YOUTH PARLIAMENT PAKISTAN

OFFICIAL DEBATES

Thursday, August 30, 2012

The Youth Parliament met in Margalla Hotel, Islamabad at ten in the morning with Madam Deputy Speaker (Sarah Abdul Wadood Khan) in the Chair.

(Recitation from the Holy Quran)

ITEM NO.2: OATH TAKING BY A NEW MINISTER

Madam Deputy Speaker: There is an oath of the Minister.

(Mr. Gohar Zaman took oath as Youth Minister for Information Technology and Telecommunication)

SUSPENSION OF RULES FOR PRESENTING A RESOLUTION

Madam Deputy Speaker: I will now suspend the Rules of Business for today. We have Mr. Tabraiz Marri, Mr. Jamal Naseer Jamaee, Mr. Naveed Hassan Lak and Mr. Noman Nayyir Kulachvi who would like to move a resolution. I would request Mr. Tabraiz Marri to kindly read out the legislation please.

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: This House is of the opinion that the Government may take immediate steps to declare Urdu as the official language of the country in pursuance of Article 251(1) of the Constitution of Islamic Republic of Pakistan. This House also believes that the importance of English cannot be undermined and the language must also be promoted at different levels.

Madam, I would request you to put this directly to vote as enough discussion has already been done on this topic yesterday. Thank you.

Madam Deputy Speaker: Mr. Prime Minister would like to say something.

Mr. Muhammad Hashim Azeem (Youth Prime Minister): Mr. Speaker, as much discussion has already been done, so the resolution should go to voting.

Madam Deputy Speaker: As per the decision taken yesterday, it was as per to the Rules of Procedure and Constitution of Paksitan, so it should hold no confusion. Since we have other issues like PEMRA pending in the court, so as per my discretion, we have decided that we would vote on it so that we may take other issues under consideration.

Now, I put the motion to the House.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: I would ask Mr. Muhammad Umar Riaz, Youth Minister for Law, Parliamentary Affairs and Human Rights to introduce a Government Bill further to amend the “Code of Criminal Procedure, 1898 (Act V of 1898).”

(The Member-in-Charge, Mr. Muhammad Umar Riaz, was not present)

Madam Deputy Speaker: OK, then let us move to the another business. Ms. Ushna Ahmed and Mr. Tabraiz Marri would like to introduce a Private Member Bill which is about "Prevention of Electronic Crimes Act, 2012." I Think Ms. Ushna Ahmed is not here.

(The Member-in-Charge, Ms. Ushna Ahmed was not present)

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Madam Speaker, I think Ms. Ushna Ahmed is coming late, so if you could extend it further.

Madam Deputy Speaker: You are the other mover as well, you can present it in the House.

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Actually, I was the supporter. I don't have the copy of the Bill with me at the moment, so, if you can wait for another 10-15 minutes. Thank you.

Madam Deputy Speaker: OK, let us move to the policy statement. Ms. Shaheera Jalil Albasit, Youth Minister for Foreign Affairs and Defence would like to present Youth Foreign Policy 2012.

(The Member-in-Charge, Ms. Shaheera Jalil Albasit was not present)

Madam Deputy Speaker: She is also not here. OK.

ITEM NO.6: RESOLUTION REGARDING SIGNING EXTRADITION TREATY WITH INDIA

Madam Deputy Speaker: Then Ms. Rabiya Shamim, Mr. Muhammad Sohail, Ms. Anum Zia, Mr. Sagar Kumar Katija and Mr. Siraj Din Memon would like to move a resolution. Ms. Rabiya Shamim is not present, then Mr. Sohail, kindly read out the legislation.

Mr. Muhammad Sohail: I have the honour to move the following resolution:

> This House is of the opinion that Pakistan and India should consider the possibility of inking an extradition treaty keeping mutual benefits in mind. It would have a constructive impact on the security concerns of both the countries and will help to tighten their relations in nearby future.

میڈیم سپیکر! پاکستان comity of nations میں ایک اہم ملک ہے۔ اس کی بہت سے ملکوں کے ساتھ extradition treaties ہیں یعنی مجرمان کی حوالگی کے معاہدے ہیں لیکن اپنے پڑوسی ملک انڈیا کے ساتھ، جس کا border اور LOC تقریباً 2 ہزار کلومیٹر سے زائد ہے، کوئی extradition treaty نہیں ہے۔ اس کی وجہ سے border کے نزدیک رہنے والے لوگوں، fishermen اور ایسے لوگوں کو جو marked borders نہ ہونے کی وجہ سے غلطی سے border cross کرجاتے ہیں، بہت سی مصیبت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ ہمارے سامنے پھر ڈاکٹر خلیل چشتی جیسی مثالیں آتی ہیں۔ گو کہ وہ ایک الگ case ہے، ان پر ایک criminal charge یعنی قتل کا charge تھا لیکن دوسرے ملزمان جن پر کوئی criminal charge نہیں ہوتا، جو صرف غلطی سے border cross کرجاتے ہیں اور پھر اس وجہ سے ان کو بیس بیس اور چالیس چالیس سال تک جیل میں رہنا پڑتا ہے۔

ایسی مثالوں اور ایسے واقعات سے بچنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ اپنے پڑوسی ملک انڈیا کے ساتھ extradition treaty extend کریں۔ ہماری extradition treaties امریکہ، چین، UAE اور دوسرے اہم ممالک کے ساتھ پہلے سے موجود ہیں لیکن اپنے پڑوسی ملک کے ساتھ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پڑوسی ملک انڈیا کے ساتھ مجرمان کی حوالگی کا معاہدہ وقت کی اہم ضرورت ہے۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ ربیعہ شمیم صاحبہ۔

محترمہ ربیعہ شمیم: السلام علیکم۔ میں extradition کا background دینا چاہوں گی۔ Extradition کا مطلب یہ ہے کہ اگر پاکستان کا کوئی شہری انڈیا میں کوئی crime commit کرتا ہے تو پاکستان انڈیا سے اپنا wanted criminal لے سکتا ہے۔ اس طرح اگر extradition treaty sign ہوجاتی ہے تو انڈیا پاکستان کے relations بہتر ہوں گے اور فائدہ یہ ہوگا کہ ہم ایک دوسرے کے wanted criminals exchange کرسکیں گے۔

پاکستان نے 27 ممالک کے ساتھ extradition treaties sign کیے ہیں، ان میں امریکہ، سعودی عرب، عراق، ایران اور دوسرے ممالک شامل ہیں تو یہ معاہدہ انڈیا کے ساتھ کیوں نہیں ہوسکتا؟ اگر ہم انڈیا کے ساتھ یہ معاہدہ کریں گے تو ہمیں اس سے بہت فائدہ ہوگا۔ It would give a very positive impact on India-Pakistan relations. بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ انعم ضیا صاحبہ۔

محترمہ انعم ضیا: میرے خیال میں اس issue پر زیادہ بحث نہیں ہونی چاہیے کیونکہ extradition ایک بہت ہی general سا issue ہے جو کہ بہت common ہے۔ You hear about it everyday. آئے روز کوئی نہ کوئی نیا issue سامنے آجاتا ہے، اس side پر ہمارے لوگ چلے جاتے ہیں، ان کے criminals ہوتے ہیں and they want them اور وہ ہماری حکومت سے demand کرتے ہیں۔ بعض اوقات ہمارے criminals ہوتے ہیں اور ہم ان کی حکومت سے demand کرتے ہیں۔ اس وقت 40 fugitives ہیں جو انڈیا ہم سے مانگ رہا ہے۔

So it is better to sign a treaty rather than just asking from the Government to return us the wanted people. This is not something new. Both the Governments have signed 27-28 treaties with other countries, so, why not with each other. It is not binding in the treaty that you have to give the criminals. First of all, you yourselves deal the matter and investigate thoroughly and then if you feel, exchange the criminals.

میرے خیال میں اس معاملے پر زیادہ بحث کی ضرورت نہیں ہے۔

Very direct, you need an extradition treaty. It should be there in place to tighten the relations between India and Pakistan. Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جی جناب ساگر کمار صاحب۔ موجود نہیں ہیں۔ جناب سراج دین میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: میڈم! اس resolution کے بارے میں میرے جو remarks اور supporting points تھے، وہ already میرے colleague members نے بیان کر دیے ہیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترم جناب عبیدالرحمٰن صاحب۔

جناب عبید الرحمٰن: بہت شکریہ ڈپٹی سپیکر صاحبہ۔ میڈم! جب extradition کی اور پاکستان انڈیا تعلقات کی بات ہوتی ہے تو historical context کو ذہن میں رکھنا بہت ضروری ہوجاتا ہے۔ جب ہم انڈیا کے ساتھ proxy war کی بات کرتے ہیں تو کافی ایسے معاملات ہیں جن میں ہم نے pawns یا ایسے لوگ استعمال کیے جو ادھر involve رہے۔

پہلا نکتہ جو میں extradition treaty کے حوالے سے اٹھانا چاہوں گا، یہ ہے کہ جو treaty ہم sign کرنے جارہے ہیں، اس کی legality آئندہ کے لیے ہونی چاہیے یعنی اس کی legality ان لوگوں پر نہ ہو جو پہلے سے مطلوب ہیں، جیسے داؤد ابراہیم اور حافظ سعید صاحب انڈیا کو مطلوب ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ انڈیا اور پاکستان کے تعلقات کبھی بھی ایسے نہیں رہے جنہیں ہم normal کہہ سکیں۔ ہم نے تین جنگیں لڑی ہیں اور ایک proxy یا cold war کی صورتحال ہمیشہ رہی ہے۔ اس لیے extradition treaty آنے والے وقت سے لاگو ہونی چاہیے۔ ان لوگوں پر لاگو نہیں ہونی چاہیے جو پہلے involve رہے ہیں۔

اس کے علاوہ میں کہنا چاہوں گا کہ یہاں بہت سی confusing statements pass کی گئیں۔ ایک طرف بات کی گئی کہ جو ملاح غلطی سے چلے جاتے ہیں، انہیں extradite کیا جائے گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ extradition ان لوگوں کی ہوتی ہے جو criminally دوسری state کو مطلوب ہوتے ہیں جبکہ ملاح اس category میں شامل نہیں ہوتے۔ ملاحوں اور غلطی سے سرحد پارکرجانے والے لوگوں کی extradition میں بات نہیں ہونی چاہیے۔

دوسری بات، جہاں تک extradition کا تعلق ہے تو امریکہ میں تین چار چیزیں ایسی ہیں جن پر extradition کا اطلاق نہیں ہوتا۔ مثلاً کسی ملک کو اگر sedition, treason or even political charges پر extradition چاہیے ہو تو وہ نہیں کی جاتی کیونکہ اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ دوسری state ان کے ساتھ ناروا سلوک رکھے گی۔

ایک اہم بات کرنا چاہوں گا، اس چیز کو movers کی طرف سے lightly touch ضرور کیا گیا، یہ کہا گیا کہ ہم خود research کریں گے اور ہم خود feel کریں گے۔ خود research کرنے یا خود feel کرنے کی بات بہت complicated ہوجاتی ہے کیونکہ اس صورت میں کہ جب انڈیا اور پاکستان کے اندر لوگوں کے mindset biased ہیں ، جس میں آپ ایک دوسرے کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، توپھر آپ کا "if you feel" ایک طرح سے loophole بن جاتا ہے۔

میں یہ تمام گزارشات آپ کے سامنے رکھ کر کہتا ہوں کہ اس معاملے کو movers understand کریں اور پھر اسے آگے لے کر چلیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب حماد ملک صاحب۔

جناب محمد حماد ملک: شکریہ جنابِ سپیکر۔ ایک بڑی اچھی resolution پیش کی گئی۔ جب ہم دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کی بہتری کی بات کرتے ہیں تو وہ بہتری ہر شعبے میں ہونی چاہیے۔ اس treaty کا فائدہ تو بہت ہے کیونکہ ہمارے جتنے بھی قیدی ان کے پاس ہیں یا ان کے جتنے ہمارے پاس ہیں، ان کے ساتھ human rights violation کے بہت زیادہ cases سامنے آتے ہیں۔ سوائے صدر کی مرضی کے کوئی ایسا rule موجود نہیں جس کے ذریعے قیدیوں کو واپس بلایا جاسکے یا ملک کے اندر ان کا trial کیا جاسکے۔

میں کافی حد تک اس قرارداد کو support کرتا ہوں لیکن اس treaty میں یہ چیز بھی ہونی چاہیے کہ صرف ظاہر طور پر کہہ دینے سے بات نہیں بنے گی۔ جیسے حافظ سعید صاحب کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے خلاف ہمارے پاس ثبوت موجود ہیں لیکن وہ ثبوت کبھی دیے نہیں جاتے۔ کوئی ایسی صورتحال سامنے

نہیں آنی چاہیے جس سے نقصان ہو اور بلاوجہ، بےگناہ لوگ دوسرے ملک کے حوالے ہوجائیں۔ اس کی کچھ examples پاکستان اور امریکہ کے درمیان ہوئی ہیں جن میں بےگناہوں کو پاکستان سے امریکہ بھیجا گیا۔ ان لوگوں نے آٹھ آٹھ، نو نو سال گوانتانامو میں گزارے۔ جب ان پر charges prove نہیں ہوئے تو اس کے بعد وہ لوگ واپس آئے۔

میں آخر میں کہوں گا کہ یہ ایک اچھا کام ہے لیکن اس معاملے پر ہمیں کافی سوچ بچار کرنی چاہیے اور اس کے بعد یہ کام کرنا چاہیے اور ضرور کرنا چاہیے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی محترمہ۔

محترمہ انعم ضیا: میڈم! ہماری امریکہ کے ساتھ treaty binding نہیں ہے۔ یہ تو حکومت کا اپنا decision ہوگا۔ بھائی نے بالکل ٹھیک کہا ہے کہ we will have problems with that لیکن مسائل تو ابھی بھی موجود ہیں۔ اس treaty کا جو آرٹیکل 8 ہے، اس میں یہ provision ہے کہ even if Federal Government wants وہ ویسے بھی return کرسکتی ہے۔ So, it is better to have a treaty than to have that binding.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ جناب محمد عتیق صاحب۔

جناب محمد عتیق: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں ایوان کی توجہ انڈیا کی ان positive treaties کی طرف دلانا چاہوں گا جو اس نے اپنے region کے ممالک، جیسے نیپال اور بھوٹان کے ساتھ کی ہیں۔ مجھے ان ممالک کے لوگوں کے ساتھ رہنے کا اتفاق ہوا ہے۔ نیپال، بھوٹان اور سری لنکا اگر پاکستان کے ساتھ trade یا business کرنا چاہیں یا کوئی کمیشن قائم کرنا چاہیں تو سب سے پہلے انڈیا کی رضامندی حاصل کرتے ہیں۔ اگر انڈیا اس کے لیے ہاں کرتا ہے اور کوئی positive جواب دیتا ہے تو پھر وہ پاکستان کے ساتھ کسی قسم کی treaty sign کرنے یا sports یا کوئی بھی event کرنے کے اہل ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ ایک positive بات ہے کہ انڈیا کی ایک hegemony ہے، وہ چاہتا ہے کہ اس کے regional countries پہلے اس سے معاہدہ کریں، اس کے بعد پھر پاکستان کے ساتھ معاملات آگے بڑھائے جائیں۔

پاکستان اور انڈیا کے درمیان پہلے سے کچھ treaties موجود ہیں جن میں atomic assets سے متعلق treaties بھی شامل ہیں۔ 1993 میں یہ طے ہوا تھا کہ ہم ہر سال فروری میں ایٹمی اثاثوں سے متعلق معلومات کا تبادلہ کریں گے اور جنگ کی صورت میں ایک دوسرے کی ایٹمی تنصیبات کو نشانہ نہیں بنائیں گے۔ یہ ایک بہت positive move تھی اور اس پر بہرحال عمل درآمد ہوتا چلا آرہا ہے۔ اسی طرح جب پانی کا مسئلہ سامنے آیا تو Indus Water Treaty یعنی سندھ طاس معاہدہ عمل میں آیا جو بہرحال ایک positive development تھی۔ اس کو مزید strengthen کرنے کی ضرورت ہے۔

جہاں تک recommendations کی بات ہے تو میری recommendation یہ ہوگی کہ انڈیا کے ساتھ ہماری trade سے متعلق treaties کو خاص طور پر positive ہونا چاہیے۔ اگر ہم بھوٹان اور نیپال کے ساتھ کوئی treaty کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں directly کرنا چاہیے۔ اس طرح خطے کی regional cooperation کو فروغ دینے کے لیے ہمیں مزید اقدامات اٹھانا ہوں گے۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب طبریز مری صاحب۔

جناب طبریز صادق مری: شکریہ میڈم سپیکر۔ ایک چیز پر پورا ایوان اتفاق کرتا ہے کہ ہم لوگوں کو dialogue کی طرف move کرنا چاہیے اور میرے خیال میں extradition treaty ایک اچھا step ہوگا اور ایک confidence building measure ہوگا لیکن اس objective کو pursue کرنے کے لیے ہمیں کچھ چیزوں کا خیال رکھنا ہوگا۔

First of all, we should not haphazardly and quickly jump into this decision. We should look at the pros and the cons. After analyzing each and every situation, we should take a decision. But then once again, it is a good measure.

اس میں آپ کو یہ بھی دیکھنا ہوگا کہ آپ کا کیا ratio بنتا ہے۔

You have to keep these kind of things into consideration. I think it is a good step. I think it is a good resolution and I support it.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب اسامہ ریاض صاحب۔

جناب محمد اسامہ ریاض: شکریہ میڈم سپیکر۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ Extradition Treaty کی بات ہورہی ہے، سب سے پہلے میں اس ایوان کو یہ بتاتا چلوں کہ extradition پاکستان کے already موجود قوانین میں شامل ہے۔ Extradition Act, 1972 کے مطابق پاکستان already different countries کے ساتھ extradition کرتا رہاہے۔

اب بات پاکستان اور انڈیا کے relations کی ہے۔ میں اس ایوان کے سامنے یہ بات رکھنا چاہتا ہوں کہ انڈیا بڑے عرصے سے claim کرتا چلا آرہا ہے، وہ کہتا ہے کہ 1997 میں پاکستان اور سارک ممالک کے درمیان ایک معاہدہ SAARC Regional Convention on Suppression of Terrorism طے پایا تھا، اس کے تحت Pakistan is obliged to hand over convicts of all the terrorist activities یعنی وہ cases جن میں پاکستانی لوگ انڈیا میں involved ہیں۔ اب جاکر حکومتِ پاکستان ان کے اس claim کو غلط ثابت کرنے میں کامیاب ہوئی ہے۔

انڈیا نے recently پاکستان کو 50 most wanted criminals کی ایک list hand over کی ہے۔ اس میں کچھ flaws تھے جنہیں ہم ایک side پر رکھ دیتے ہیں لیکن بہرحال 50 most wanted لوگوں کی ایک list hand over کی گئی ہے۔ اب پاکستان کے پاس ایک bargaining chip آگئی ہے کیونکہ انڈیا کو کچھ افراد مطلوب ہیں جو کہ پاکستان میں ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ Extradition Treaty کے معاملے پر ہمیں move forward کرنا چاہیے لیکن چونکہ اب پاکستان کے پاس ایک bargaining chip ہے تو پاکستان کو at least دو conditions ضرور انڈیا سے منوا لینی چاہییں۔

نمبر 1) انڈیا بلوچستان میں جو insurgency, through its consulates and other offices کر رہا ہے، اس کو ختم کرے۔

نمبر 2) انڈیا مسلسل پاکستان آرمی کے serving officials پر الزام تراشی کرتا رہا ہے۔ ان میں میجر سمیر اور میجر اقبال شامل ہیں جن کے نام 50 most wanted criminals کی لسٹ میں بھی موجود ہیں۔ انڈیا ان لوگوں پر الزام تراشی کرنا بند کرے۔ پاکستان آرمی کے serving officials پر اس طرح کی الزام تراشی پاکستان برداشت نہیں کرے گا۔

اگر ان دو conditions پر انڈیا کے ساتھ پاکستان کی settlement, through dialogue and through diplomatic channels ہوجاتی ہے تو اس صورت میں Extradition Treaty sign کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: Do the movers of this resolution want to say anything?

Ms. Anum Zia: I think the point is valid but that will come after we sign the treaty.

Madam Deputy Speaker: Ok, let me put this resolution to the House for voting.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: The resolution has been adopted.

ITEM NO.7: RESOLUTION REGARDING BAN ON POLITICAL ADVERTISEMENTS BY SPENDING MONEY OUT OF NATIONAL EXCHEQUER

محترمہ انعم ضیا، محترمہ سحر اقبال، جناب اسامہ محمود، جناب گوہر زمان، محترمہ ربیعہ شمیم اور جناب محمد عمر ریاض ایک قرارداد اس ایوان میں پیش کرنا چاہتے ہیں۔ میں گزارش کروں گی محترمہ انعم ضیا صاحبہ سے کہ براہِ کرم قرارداد پڑھ دیں۔

Miss Anum Zia: I beg to move the following resolution:

> "This House is of the opinion that political advertising is increasingly being applied to media during election campaigns; sometimes a politician contending an election will make an explicit comparison between himself and his rival, others use government money and resources to advertise for their political campaigns. Such political advertisements on television should be banned in order to give the general population an opportunity to self-evaluate and choose their leaders."

First of all, I would like to say that political Campaigning is actually a kind of way to promote oneself. Honestly, I also believe that.

مسئلہ یہ ہے کہ پاکستان میں political campaigning اپنے آپ کو promote کرنے کے لیے نہیں ہوتی، چاہے کیبل ہو یا ٹیلی وژن ہو one pays hefty amount to promote himself on them. مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ تمام سیاسی جماعتیں جو اپنے آپ کو promote کرتی ہیں presently reside in the government. کبھی بھی کوئی پارٹی جو حکومت سے باہر ہو، آپ کو paid commercials دکھاتے ہوئے نظر نہیں آئے گی۔ What are the commercials all about? اشتہارات ان جماعتوں سے متعلق ہوتے ہیں جو حکومت میں ہوتی ہیں کہ وہ کیا کام کررہی ہیں اور کتنی efforts کررہی ہیں۔ یہ چیز ان جماعتوں کے لیے جو حکومت میں نہیں ہوتیں، totally unfair ہے۔

دوسری بات، پاکستان میں political advertisement پر ban on all levels ہونا چاہیے۔ ہم تو خود کہتے ہیں کہ biased attitude کو مکمل طور پر اور ہر سطح پر روکنا چاہیے۔

Why should some parties who have money, especially government money, put forward their money and have political advertisements. Keeping it short, I would also like to propose that we should have ban on this. Pakistan would not be the only one banning it, we have U.K. Even though they promote democracy and they talk about it, still they banned political advertisements. Even in America, at the time of elections, there is a ban on political advertisement.

اگر ہم اس کا psychological basis دیکھیں تو آخری وقت پر جب سیاسی اشتہارات دکھانے شروع کیے جاتے ہیں، تو غریب لوگ مغالطے میں پڑ جاتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ ہمارا ناظم یہ بھی کررہا ہے اور وہ بھی کررہا ہے اور شاید ہمیں اس سے کوئی benefit نہیں ہوا۔ That will also be wrong. We have Germany, Denmark, France, Malta, Norway and a lot of countries جن میں ان سیاسی اشتہارات پر پابندی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہمارے ملک میں ان اشتہارات پر پابندی عائد نہ کرنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے۔ میرے خیال

میں ہماری قوم اتنی عقلمند تو ہے اور اسے پتا ہے کہ ان کے ساتھ کیا کچھ بیت رہی ہے۔ میں کہوں گی کہ سیاسی اشتہارات پر بہت زیادہ پیسا خرچ ہوتا ہے، اس لیے اس پر پابندی ہونی چاہیے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ سحر اقبال صاحبہ۔

Ms. Sahar Iqbal: The question is that why I am with this resolution? I am working in a media organization. I know that when a political advertisement is published in our newspaper, we are strictly told not to write against them since they are giving us the advertisements. This seems very biased to me. I think we cannot make people's mind, rather let them make their own minds.

So, this is a reason why I am with this resolution. Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ جی۔ جناب اسامہ محمود صاحب۔

جناب اسامہ محمود: شکریہ میڈم سپیکر۔ میڈیا کے کردار سے ہر بندہ واقف ہے۔ آج کے دور میں میڈیا کا ایک بہت اہم کردار ہے۔ ایک political economy theory ہے جس کے تحت media owners اپنے interests کے لیے کام کرتے ہیں۔ چونکہ میڈیا میں ایک culture ایسا پیدا ہوگیا ہے کہ بہت سے کام پیسے کے لیے کیے جاتے ہیں بلکہ ہر کام پیسے کے لیے کیا جاتا ہے، تو حکومت اس tool کو مختلف طریقے سے استعمال کرتی ہے۔ Specifically الیکشن کے دنوں میں ہی نہیں بلکہ پورا سال، نہ صرف الیکٹرانک بلکہ پرنٹ میڈیا میں بھی ایسے اشتہارات آتے ہیں، جن کی کوئی تک نہیں بنتی۔ عوام کے فنڈز کو اپنے پسندیدہ چینلز اور اخبارات کو نوازنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے تاکہ ان کے منہ بند رہیں۔

جب گیلانی صاحب کی حکومت نے چار سال پورے کیے، میں صبح اٹھا تو میں نے دیکھا کہ ہر اخبار میں آدھے صفحے کا ایک اشتہار تھا کہ چار سال مکمل کرنے پر حکومت کو مبارکباد دی جارہی ہے۔ میرا خون جل گیا کہ اتنے پیسے ہم فضول ضائع کررہے ہیں۔ اگر یہی پیسے کسی constructive کام کے لیے استعمال کیے جائیں تو بہت سے لوگوں کا فائدہ ہوسکتا ہے۔

دوسری بات، وزارتِ اطلاعات و نشریات کے پاس جو فنڈز ہوتے ہیں، ان کی کوئی accountability نہیں ہوتی۔ اپنی مرضی سے جس چینل کو چاہتے ہیں، نوازتے ہیں۔ یہ ہمارے ملک کی تاریخ میں ہے کہ اگر میاں صاحب کی حکومت آتی ہے تو ایک چینل کی طرف چلے جاتے ہیں، 'نوائے وقت' کی طرف soft corner ہوجاتا ہے اور 'جنگ' کے against ہوجاتے ہیں۔ جب موجودہ حکومت آئی تو آپ نے دیکھا ہوگا کہ 'دنیا نیوز' اور 'جنگ' کے درمیان چپقلش کے پیچھے بنیادی وجہ صرف advertisement تھی۔ Advertisement اپنی مرضی سے زیادہ کر دی جاتی ہے اور اپنی مرضی سے کم کردی جاتی ہے۔ اسی لیے کہا جارہا تھا کہ پچھلے چار سالوں کی advertisement دیکھی جائے۔ لہٰذا، advertisement ایک ایسا tool ہے جو نہ صرف journalists کے منہ بند کرنے کے لیے استعمال کیا جاتا ہے بلکہ ان کے مالکوں کو نوازنے کے لیے بھی۔ اسی وجہ سے ملک میں ان صحافیوں کا فقدان ہے جو true journalism کی definition پر پورا اترتے ہیں۔ میری اس ایوان سے گزارش ہے کہ ایسے تمام ads strictly ban کیے جائیں۔ اگر آپ evaluate کریں تو ہر سال اربوں روپے فضول میں ضائع ہوتے ہیں، جس کی کوئی تک نہیں بنتی۔ ایسے پیسے کو constructive کاموں میں use کیا جائے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: شکریہ سپیکر صاحبہ۔ اسامہ محمود صاحب نے اس قرارداد پر کافی detail میں بات کی۔ انہوں نے ایک مثال دی کہ اخبارات میں آپ کو حکومتی جماعتوں کی طرف سے بڑی بڑی even full page advertisements نظر آتی ہیں۔ میرے خیال میں وہ تو پرنٹ میڈیا ہے، وہاں اشتہارات کے rates یقیناً کم ہوتے ہیں، اس کے مقابلے میں جب آپ ٹی وی یا الیکٹرانک میڈیا کی بات کرتے ہیں تو وہاں definitely, advertisement rates بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

یہ بات سوچنے کی ہے کہ صرف ایک ہی سیاسی جماعت کی advertisement کیوں زیادہ نظر آتی ہے جو کہ اس وقت حکومت میں ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر 2008 کے الیکشن سے کچھ عرصہ پہلے ، ہم نے دیکھا کہ تمام ٹی وی چینلز پر مسلم لیگ (قائدِاعظم) کی بہت زیادہ advertisement آتی تھیں اور تقریباً ہر پانچ یا دس منٹ بعد آتی تھیں۔ یہ سوچنے کی بات ہے کہ اس کام پر لگایا جانے والا بجٹ کہاں سے آرہا ہے۔ جب یہی لوگ اپوزیشن میں ہوتے ہیں تو ان کی advertisements کیوں نہیں آتیں؟ جس کے ہاتھ funds لگتے ہیں، وہ انہیں اپنی advertisement کے لیے use کرتا ہے۔ ہمیں اس چیز کو strictly monitor کرنا چاہیے اور اسے discourage بھی کرنا چاہیے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ لوگوں تک اپنی رائے پہنچانا ہر کسی کا حق ہے اور ہر کسی کو اپنی campaign چلانے کے لیے ہر ذریعہ استعمال کرنے کا حق ہے لیکن اس معاملے میں شفافیت ہونی چاہیے۔ جس طرح ہر MNA کا ایک approved budget ہوتا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ یہ کام اسی limited budget میں کیا جائے تاکہ ہر سیاستدان کو سیاست کرنے کا fair موقع ملے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ ربیعہ شمیم۔

محترمہ ربیعہ شمیم: میں یہ کہنا چاہوں گی کہ خاص طور پر الیکشن کے وقت اور چونکہ اب الیکشن کا وقت قریب ہے، اگر ہم اس چیز پر ban لگا دیں تو ہمیں بہت فائدہ ہوگا۔ جیسے اپوزیشن اپنا پیسا لگاتی ہے اور ruling party حکومت کا پیسا لگاتی ہے، اگر وہ کسی constructive کام پر لگائیں تو بہت بہتر ہوگا۔

دوسری بات، خاص طور پر الیکشن کے دنوں میں پرنٹ میڈیا اور ٹی وی پر بہت زیادہ paid advertisements آرہے ہوتے ہیں جس سے بےوقوف عوام سوچتے ہیں کہ ہمارا نمائندہ واقعی کام کرنے والا ہے۔ اسے کے نتیجے میں وہ لوگ پھر غلط لوگوں کو ووٹ دے دیتے ہیں اور انہیں select کرلیتے ہیں۔ اس طرح کے اشتہارات خاص طور پر اس وقت جبکہ الیکشن ہورہے ہوں، ban ہونے چاہییں۔ اس کے علاوہ ان کی ہر سال monitoring بھی ہونی چاہیے تاکہ پتا چلے کہ یہ پیسا کہاں جارہا ہے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب حماد ملک صاحب۔

جناب محمد حماد ملک: شکریہ جنابِ سپیکر۔ میں اس قرارداد کی صرف ایک بات سے agree کروں گا کہ حکومت کا پیسا استعمال نہ کیا جائے۔

(ڈیسک بجائے گئے)

جناب محمد حماد ملک: جناب سپیکر! آج کے دور میں communication کا سب سے بڑا ذریعہ میڈیا ہے۔ قومی اسمبلی یا صوبائی اسمبلی کا ایک حلقہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ آپ ہر گھر میں نہیں جاسکتے۔ اس صورت میں آپ اپنی بات کس طرح دوسروں تک پہنچائیں گے؟ یہ بھی لازمی نہیں کہ کسی ایم این اے نے کچھ بھی اچھا کام نہ کیا ہو۔ ملک میں ترقی ہورہی ہے، اگر آپ پچھلے پانچ سال کے مقابلے میں آج کے حالات کا comparison کریں تو آپ کو محسوس ہوگا کہ حالات کچھ نہ کچھ بہتر ہی ہوئے ہیں، خراب نہیں ہوئے۔ ہماری ایک negative سوچ ہے کہ ہم ہمیشہ کہہ دیتے ہیں کہ کسی نے کچھ نہیں کیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو کچھ ہم چاہ رہے ہوتے ہیں، وہ کچھ ہمارے نمائندوں نے نہیں کیا ہوتا۔

جناب سپیکر! میڈیا کسی بھی شخص تک اپنی بات پہنچانے کا ایک بہت اہم ذریعہ ہے۔ میں صرف کہتا ہوں کہ حکومت کا پیسا استعمال نہ کیا جائے لیکن اگر سیاسی لوگ، ٹی وی چینلز پر مذاکرے کرتے ہیں تو یہ تو ایک بہت اچھا step ہے۔ ٹی وی چینلز ہر شہر میں دیکھے جاتے ہیں۔ صرف پاکستان میں یہ کام نہیں ہوتا، آپ امریکہ کی مثال لے لیں۔ صدر اوباما نے اپنی تمام campaign ٹی وی پر کی ہے اور اس کو live coverage دی گئی ہے۔

جناب عالی! ان چیزوں کو ہم روک نہیں سکتے۔ ہمارا طریقہ کار ہی ایسا develop ہوچکا ہے کہ اگر کسی شخص نے الیکشن لڑنا ہے تو اسے لوگوں کو properly اپنی باتوں سے آگاہ کرنا پڑتا ہے۔ پرانے زمانے میں لوگ جلسے جلوس کرلیا کرتے تھے اور لوگوں کے پاس وقت بھی ہوتا تھا کہ کسی جلسے میں جاکر شریک ہوں۔ آج کل میری طرح کا student جو کسی جلسے میں شریک نہیں ہوسکتا، جس کے پاس صرف اتنا وقت ہوتا ہے کہ وہ محض صبح اخبار کی headlines دیکھتا ہے، اس نے اسی چیز سے conclude کرنا ہے کہ کس کو ووٹ دینا ہے، کس کی progress بہتر ہے اور کسی کی بری ہے۔ اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میڈیا ایک بہت اہم ذریعہ ہے۔ میں اس بات سے بالکل بھی اتفاق نہیں کرتا کہ اس پر ban ہونا چاہیے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب سلمان خان شینواری صاحب۔

جناب سلمان خان شینواری: میڈم! جہاں تک اس قراداد کے background کا تعلق ہے، میں کہوں گا کہ یہ ایک بہت نیک intention ہے۔ میں صرف ایک چھوٹی سی بات عرض کروں گا۔ جس طرح میرے اپوزیشن کے ایک بھائی نے کہا، میں اس کی تائید کروں گا کہ آج کے دور میں آپ کسی communication پر ban نہیں لگاسکتے۔ ا س پر ban لگانا ایک بہت rash سا decision ہوگا۔ آپ یہ دیکھیں کہ ہر چیز کا کچھ فائدہ ہوتا ہے اور کچھ نقصان بھی۔ میں کہوں گا کہ ban لگانے کی بجائے، اس پر regulation لائیں۔ میرے ساتھیوں نے بالکل ٹھیک کہا کہ حکومت کا پیسا نہیں لگنا چاہیے۔

جناب عالی! Election campaign میں ایک نمائندے کو کافی وقت مل جاتا ہے۔چونکہ ہر ایک پارٹی اور ہر ایک نمائندہ اپنا منشور اور manifesto بتاتا ہے کہ میرے یہ points ہیں اور میں نے یہ یہ کام کرنے ہیں تو اس چیز کو advertise کرنا بہت ضروری ہوتا ہے تاکہ اس حلقے سے تعلق رکھنے والے ہر individual تک وہ پیغام پہنچ سکے۔ اس issue کو حل کرنے کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ اسے regulate کیا جائے تاکہ

negative advertisement نہ ہو اور حکومتی پیسا بھی خرچ نہ ہو۔ جب نگران حکومت آجاتی ہے تو پھر حکومت کا پیسا نہیں لگتا کیونکہ اس میں تو کوئی حکومت کا حصہ ہوتا نہیں اور ہر ایک برابر ہوتا ہے۔

میرے خیال میں advertisement پر ban نہیں لگانا چاہیے۔ قرارداد کی wording کو تھوڑا change کردیا جائے۔ اس میں advertisement کو regulate کرنے کی تجویز ہونی چاہیے اور یہ بھی کہ advertisement کو صرف campaign کے وقت allow کیا جانا چاہیے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: آپ amendment propose کررہے ہیں؟

جناب سلمان خان شینواری: جی میں wording change کرکے آپ کو بتادیتا ہوں۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: سیکرٹریٹ میں جمع کروادیں۔ جناب طبریز مری صاحب۔

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Thank you Madam Speaker. I would agree with my party member and Mr. Salman Khan Shinwari that in today's world, you cannot ban the communication.

ہاں، البتہ اس کو regulate ضرور کرسکتے ہیں۔ دنیا کے تمام ترقی پذیر ممالک میں political advertisements ہوتی ہیں۔ آج بھی ہم دیکھیں تو Democrats اور Republicans کی political advertisements امریکہ کے تقریباً سارے چینلز پر چلتی ہیں۔ ان میں سے کچھ کافی harsh بھی ہوتی ہیں جس میں مخالف کی mistakes کو pinpoint بھی کیا جاتا ہے۔ As far as the communication goes, I think it is the right of every one. اپنا ایجنڈا، اپنا منشور اور کسی بھی issue کے بارے میں اپنا نقطہ نظر لوگوں کو بتانا، ہر ایک کا حق بنتا ہے۔

میں اس بات سے agree کروں گا کہ حکومت کا پیسا اس معاملے میں استعمال نہیں ہونا چاہیے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ اخبارات اور ٹی وی چینلز پر ہمیشہ ruling parties کے اشتہارات ہی چل رہے ہوتے ہیں جبکہ اس کے مقابلے میں، اپوزیشن کی advertisement اتنی نہیں ہوتیں؟ This is because the funds from the treasury are utilized for this purpose. Ministry of Information and Broadcasting has been allocating secret funds for the past twenty or more years. ان فنڈز کا آڈٹ آج تک کبھی بھی proper طریقے سے نہیں ہوپایا۔

اس کے علاوہ مجھے ایک اور چیز پر بھی اعتراض ہے۔ PEMRA clearly states that any advertisement, whether it is a political advertisement or any paid one, should be clearly evident whether it is a paid one or otherwise. مجھے سمجھ نہیں آتی کہ ہم لوگ گھوم پھر کر at the end of the day صرف سیاستدانوں کو ہی target کرتے ہیں۔ اگر ایک بزنس مین کا paid content آدھے گھنٹے کے لیے چلتا ہے اور کہیں بھی paid content لکھا ہوا نہیں ہوتا، تو ہمیں اسی کی بھی مذمت کرنی چاہیے۔

At the end of it, I would agree with the amendment proposed by Mr. Salman Khan Shinwari that we should replace the word "ban" with "regulate". Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب اسامہ ریاض صاحب۔

جناب اسامہ ریاض: شکریہ جنابِ سپیکر۔ اس resolution میں ایک word پر اختلاف چل رہا ہے، میرا خیال ہے کہ میں اسے تھوڑا clear کردوں۔ The honourable Opposition Leader mentioned the PEMRA clause. جس میں واضح طور پر mention ہے کہ اگر کوئی paid content ہو تو اسے mention کیا جائے گا کہ یہ کس کی طرف سے ہے۔ میں ایوان کی توجہ پچھلے الیکشن کی طرف لے جانا چاہوں گا۔ Civic Education

Network ایک think tank ہے، اس کی ایک رپورٹ کے مطابق پاکستان مسلم لیگ (ق) نے 175.84 ملین روپے اشتہارات پر خرچ کیے۔ یہ اشتہارات 34 پرائیویٹ چینلز پر تقریباً 105 گھنٹے چلتے رہے۔ اس کے برعکس پاکستان مسلم لیگ (ن) اور پیپلز پارٹی کی duration پچاس گھنٹے سے زیادہ نہیں تھی۔

مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں کہ political advertisements چلیں یا نہ چلیں، point صرف یہ ہے کہ الیکشن کمیشن کے قانون Election Commission Order, 2002 کی شق 6 اور آئین پاکستان کے آرٹیکل 218(3) اور آرٹیکل 220 صاف طور پر کہتے ہیں کہ الیکشن کمیشن PEMRA کو direct کرے گا کہ ٹی وی چینلز پر مختلف سیاسی جماعتوں کے اشتہارات کے لیے جو time allocation ہے، اس پر ایک fair, unbiased and balanced approach اپنائی جائے۔ لہٰذا، اس میں point صرف یہ ہے اور میں اس سے بالکل اتفاق کرتا ہوں کہ الیکشن کمیشن کو اور حکومتِ پاکستان کو ایک regulatory mechanism کی ضرورت ہے۔ معاملات کو regulate کرنے کی ضرورت ہے تاکہ تمام سیاسی جماعتوں کو مساوی موقع مل سکے۔ اس میں ٹاک شوز بھی شامل ہیں کیونکہ ٹاک شوز میں اینکر پرسنز different time durations رکھتے ہیں۔

ہم ان اشتہارات کو ban نہیں کرسکتے۔ جس طرح امریکہ کی مثال دی گئی، باراک اوباما کی "Yes we can" کے نام سے ایک documentary چلتی رہی، جس کی basis پر وہ President elect ہوئے۔ اس طرح جان ایف کینیڈی کی "JFK Jingle" کے نام سے documentary چلتی رہی۔ اگر آپ 1950 میں جائیں تو آئزن آور political advertisement کی basis پر President elect ہوئے۔ اس لیے میں movers of the resolution کے ساتھ تھوڑا اختلاف کرتے ہوئے اور ان سے معذرت کے ساتھ عرض کروں گا کہ ہم ان اشتہارات کو ban نہیں کرسکتے۔ قوانین میں موجود ہے کہ اگر کوئی paid content ہے تو اس کو clearly mention کیا جائے گا اور ساتھ ہی equal time ہر جماعت کو دیا جائے گا۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ انعم سعید صاحبہ۔

محترمہ انعم سعید: میڈم سپیکر! چونکہ میں Psychology کی student رہ چکی ہوں تو میں اس چیز کو psychologically explain کرنے کی کوشش کروں گی۔ بنیادی طور پر جب کوئی ad چلتا ہے تو وہ آپ کو subliminally impact کرتا ہے۔ جب آپ کوئی message پڑھتے ہیں، for instance کوئی logo یا tagline پڑھتے ہیں تو وہ آپ کے subconscious میں چلا جاتا ہے۔ جب بھی آپ اس نام کو دوبارہ پڑھتے ہیں، مثلاً بھٹو سے related کوئی tagline آپ نے سنی ہے، وہ آپ کے subconscious میں موجود ہے، جب آپ کہیں بھی دوبارہ وہ نام پڑھیں گے تو automatically آپ کا ایک emotion induce ہوجائے گا اور آپ کو پتا بھی نہیں چلے گا۔ اس لیے آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ مختلف جماعتیں کوئی ایسا نفسیاتی tagline use نہیں کرسکتیں جو آپ کو emotional کرے مثلاً 'بھٹو زندہ رہے گا' یا عمران خان اپنے 'سونامی' سے related کوئی بات نہیں کرسکتے۔ But if they give some facts and figures, if they are talking logically on paid advertisement تو اس سے subconscious پر کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ جیسا کہ مس انعم ضیا کہہ رہی تھیں کہ غریب لوگ سوچیں گے کہ ہوسکتا ہے کہ ہمیں کوئی فائدہ نہ پہنچ سکا ہو۔ اگر کوئی logical facts and figures ہیں تو میرے خیال میں ان کا کوئی پوائنٹ نہیں بنتا۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جی سلمان خان شینواری صاحب۔

Mr. Salam Khan Shinwari: I would read it out:

> "This House is of the opinion that political advertising is increasingly being applied to media; sometimes a politician contending an election will make an explicit comparison between himself and his rival, others use government money and resources to advertise for their political campaigns. Such political advertisements on electronic and print media should be regulated and only be allowed during election campaigns."

Madam Deputy Speaker: Do the movers of the resolution agree with the amendment?

Ms. Anum Zia: I just have to say that I agree or not, I can't explain. Personally, while living in a democracy, I completely respect that decision. If they agree with that who am I? But frankly speaking, we always give references of the past, we can't have something new. So, that is kind of stringent for me. We should also do something new.

دوسری بات، ایک وقت تھا کہ اپنے حلقے میں ایم این اے اپنے لوگوں کے پاس جاتے تھے، ان سے بات چیت کرتے تھے، ان کو سمجھاتے تھے کہ بھئی ہمیں ووٹ دو، ہم نے آپ کے لیے یہ کیا ہے۔ One to one talk ہوتی تھی۔ اب گھر بیٹھے بیٹھے آپ ٹی وی دیکھ لو اور فیصلہ کرلو کہ کسی کو ووٹ دینا ہے یا نہیں۔ ہر کوئی کہتا ہے کہ میں نے اس سیاسی جماعت کو support کرنا ہے۔

Madam Deputy Speaker: They have their opinion, you have yours. Do you agree with the amendment they are proposing?

Ms. Anum Zia: If majority is supporting, definitely Ok, fine. I don't mind.

Madam Deputy Speaker: I put this resolution with amendment proposed by Mr. Salman Khan Shinwari to the House for voting.

(The motion was carried)

ITEM NO.8: RESLOLUTION REGARDING FLOUTING OF PEMRA RULES BY THE PRIVATE TV CHANNELS

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ اُشنا احمد صاحبہ، جناب نوید حسن لک اور جناب حنین قادری ایک قرارد پیش کریں گے۔ میں گزارش کروں گی محترمہ اشنا احمد صاحبہ سے کہ وہ قرارداد کا متن پڑھیں۔

محترمہ اشنا احمد: شکریہ میڈم سپیکر۔ پہلے میں معذرت چاہوں گی کہ ایوان میں دیر سے آئی ہوں۔ میں قرارد پیش کرتی ہوں کہ:

> "This House is of the opinion that PEMRA rules pertaining to media broadcasting are not being implemented in letter and spirit. Violation of PEMRA laws can be witnessed on several private TV channels accessible on Cable TV. Prompt actions must be taken against such program contents on television as per PEMRA rules."

میڈم سپیکر! ہمیشہ سے یہ بات ہوتی رہی کہ میڈیا اور خاص طور پر الیکٹرانک میڈیا پر کچھ code of conduct یا ethics ہونے چاہییں جن کی حدود میں وہ operate کریں۔ پاکستان الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی رولز، 2009 میں Code of Conduct for Media Broadcasters and Cable TV Operators کے نام سے ایک بہت ہی well defined code of conduct موجود ہے۔ یہ code of conduct کافی وسیع ہے اور اس میں کافی چیزوں کو touch کیا گیا ہے۔ یہ زیادہ specific نہیں ہے لیکن broad-based ہے۔ اس میں تقریباً ہر وہ issue جو آج arise ہورہا ہے، cover کیا گیا ہے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کئی پرائیویٹ چینلز پر ان rules کی سرِ عام تذلیل کی جاتی ہے، انہیں ماننے سے انکار کیا جاتا ہے اور پھر اس پر کوئی action بھی نہیں لیا جاتا۔ میں ایک مثال دینا چاہوں گی، اسی Code of Conduct کا سیکشن 1(a) کہتا ہے:

> "No programme shall be aired which passes derogatory remarks about any religion, sect or community or uses visuals of what contemptuous of religious sect and ethnic group or which promotes communal and sectarian attitudes or disharmony."

پچھلے سال2001 میں ذوالفقار مرزا نے، جو کہ اس وقت پیپلز پارٹی کے ایک سینیئر منسٹر تھے، رات کو اے این پی (سندھ) کے صدر شاہی سید کے گھر سے ایک زوردار بیان دیا۔ اس میں انہوں نے الطاف حسین، ایم کیو ایم اور خاص طور پر مہاجر کمیونٹی کی تذلیل کی۔ ان کے الفاظ کچھ یوں تھے کہ، 'سندھ صوبہ تب تھا جب مہاجر قوم بھوکی ننگی آئی تھی۔ آپ ہماری لاشوں سے گزر کر سندھ کو تقسیم کریں گے۔' پھر آخر میں اپنی بات ختم کرتے ہوئے انہوں نے کراچی اور حیدرآباد کے عوام سے کہا کہ آپ اپنے بچوں کی خاطر اور اپنے ملک کی خاطر اٹھ کھڑے ہوں اور ان کم بختوں سے اپنی جان چھڑائیں۔ یہ بیان 14 جولائی، 2011 کو دیا گیا۔ ایسے الفاظ مہاجر کمیونٹی یا ایم کیو ایم کے خلاف استعمال کرنے سے کیا ہوا؟ یہ ہوا کہ اسی رات تقریباً 15 لوگوں کی لاشیں کراچی میں گرادی گئیں۔ ایم کیو ایم کے کارکنوں اور supporters نے سڑکوں پر آکر گاڑیاں جلائیں، لوگوں کا قتلِ عام کیا یعنی کراچی میں ایک رات میں لاشوں کا انبار لگ گیا۔ یہ اس طرح کے بیانات کا نتیجہ تھا۔ کراچی میں کئی جگہ، بلدیہ ٹاؤن، گلشن اقبال اور گلستانِ جوہر میں violence ہوا، یعنی ایک بیان نے 15 لوگوں کی جانیں لے لیں۔ یہ بیان live دیا گیا تھا اور کئی ٹی وی چینلز پر پندرہ بیس مرتبہ repeat کرکے دکھایا گیا تاکہ مزید hatred پیدا ہو۔

الیکٹرانک میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کے کوڈ آف کنڈکٹ کا سیکشن D کہتا ہے:

> "No programme shall be aired which contains anything defamatory or knowingly false."

اُسی سال 2011 میں، کراچی پریس کلب میں ایک پریس کانفرنس کے دوران ذوالفقار مرزا نے ہمارے وزیرِ داخلہ رحمٰن ملک کی تذلیل کی اور انہیں defame کیا۔ انہیں target killers کے ساتھ involve کیا اور کہا کہ he is the biggest threat to Pakistan. وہ اپنی دستاویزات آرمی چیف، صدر پاکستان اور وزیرِ اعظم کو دکھانا چاہتے تھے۔ انہوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ he is a 100% compulsive lier. آپ انہیں call کریں اور پوچھیں کہ

رحمٰن بھائی! آپ کیا کھا رہے ہیں، اگر وہ سیب کھا رہے ہوں گے تو کہیں گے کہ میں کیلا کھا رہا ہوں۔ یعنی ٹی وی چینلز پر ایک انسان کی اس طرح تذلیل کی جاتی ہے اور اسے defame کیا جاتا ہے۔

Madam Deputy Speaker: What is the way forward?

محترمہ اشنا احمد: آپ کے کئی قوانین کی مختلف پروگراموں اور اشتہارات میں تذلیل کی گئی ہے، ان کے خلاف ایکشن لینا ہوگا۔ اب ایکشن کے لیے بھی ہمارے پاس defined rules موجود ہیں۔ پاکستان میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کا Council of Complaints, 2010 ہے، جس کا sub-section 1, 2 and 5 کہتا ہے کہ کس طرح rules توڑنے اور ان کی خلاف ورزی کرنے والے media broadcasters کے خلاف complaints register ہوں گی اور ان کو سزائیں دی جائیں گی۔ یہ جو چند مثالیں ہیں، ان سب کو identify کرنا چاہیے اور ان سب کے خلاف اس قانون کے تحت جو کہ موجود ہے، کارروائی کرنی چاہیے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب نوید حسن صاحب۔

جناب نوید حسن: شکریہ میڈم سپیکر۔ میری colleague نے PEMRA کے کوڈ آف کنڈکٹ کو بہت اچھی طرح explain کردیا ہے۔ میں صرف چند پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتا ہوں۔

آج کل پرائیویٹ ٹی وی چینلز، PEMRA کے کوڈ آف کنڈکٹ کی خلاف ورزی کررہے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک کیس سپریم کورٹ میں چل رہا ہوتا ہے لیکن سپریم کورٹ کا فیصلہ آنے سے قبل ہی کسی ملزم کو مجرم قرار دے دیا جاتا ہے یا پھر اسے بری قرار دے دیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ آرمی پر بھی الزامات لگائے جاتے ہیں۔ لوگوں کی ہتکِ عزت بھی کی جاتی ہے۔

I would not take more time. I would only say that all these things are against PEMRA's Code of Conduct, 2009. Implementation is the key to make media more responsible. Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب حنین قادری صاحب۔

جناب حنین علی قادری: میڈم! میرے ساتھیوں نے اس موضوع کو بڑے اچھے طریقے سے explain کردیا ہے۔ میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جو نیوز کاسٹر یا رپورٹر PEMRA کے کسی بھی قانون کو violate کرے، اسے immediately سزا ہونی چاہیے۔ PEMRA کی اپنی ایک special court ہونی چاہیے تاکہ ایسے لوگوں کی immediately پہلے membership خارج کی جائے اور اس کے بعد ان کو سزا بھی دی جاسکے۔ اس طرح ہم مستقبل میں ایسے واقعات سے بچ سکتے ہیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترم عمر ریاض صاحب۔

Mr. Umar Riaz: Thank you Madam Speaker. The violation of PEMRA rules should not be tolerated. It should be made clear what exactly is the difference between the PEMRA Ordinance and the PEMRA rules and how the law is differentiated from the rules. Law making or legislation is basically the authority of the Parliament or legislature. However, the Parliament authorizes the subordinate legislation to be conducted by an inferior body. So, the PEMRA Ordinance was actually promulgated for establishing Pakistan Electronic Media Regulatory Authority. It authorized the said authority to formulate certain rules required for particular conduct of its proceedings.

It is very right that the Code of Conduct is not being followed. The Code of Conduct and PEMRA Rules are not being implemented in letter and spirit. The major reason is that the penal liability is not being followed with full spirit. If you want to implement something, there should be some sort of penal liability which should be followed for quite greater implementation. If that does not follow, the implementation cannot be ensured. So, I firmly believe that implementation can only be countered if the PEMRA's rules are coupled with some sort of penal liability in Pakistan Penal Code. Thank you very much.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب سراج میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: شکریہ۔ میڈم! قرارداد بہت اچھی ہے لیکن جس طرح مثالیں دے کر اس کو support کیا گیا، میں ان باتوں سے totally disagree کرتا ہوں۔ یہاں بات ہوئی derogatory remarks کی یا تذلیل کی تو ہمارے عوام SMS کے ذریعے، فیس بک یا دوسرے سوشل میڈیا پر خود سیاستدانوں کی تذلیل کرتے ہیں۔ مثال دی گئی کہ ایک جگہ لاشیں گرائی گئیں، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر پندرہ سولہ لاشیں گرائی گئیں تو آخر لاشیں گرانے والا کون تھا؟ وہ کون سی پارٹی تھی جس نے لاشیں گرائیں؟ اصل بات تو یہ ہے۔ اس معاملے کو politicize کس نے کیا؟ چلو ذوالفقار مرزا نے statement دی جو PEMRA کے قانون کے خلاف ہے لیکن way forward یہ نہیں کہ آپ اس طرح کی مثالیں دیں۔ کون سی جماعت تھی جس نے لاشیں گرائیں اور ضائع ہونے والی پندرہ معصوم جانوں کو انصاف کیوں نہیں ملا؟

یہاں بات ہوئی، ذوالفقار مرزا کا نام لے کر کہا گیا کہ وہ رحمٰن ملک کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ ان سے ملا ہوا ہے۔ جب ذوالفقار مرزا نے ایک بات کی تو اس کے پاس اس کے proofs بھی موجود تھے۔ اس نے derogatory remarks pass کیے لیکن ساتھ ہی joint investigation reports بھی پیش کیں۔ اس نے بات کی کہ مہاجر کمیونٹی ان لوگوں سے جان چھڑا لے۔ میرے 90% دوست اردو بولنے والے ہیں، وہ خود کہتے ہیں کہ ہم ان لوگوں سے بےزار ہیں۔ پوری دنیا میں اردو زبان بولنے والوں کا جو image خراب ہورہا ہے، وہ اسی الطاف حسین لندن والے بابا سے ہو رہا ہے جو برطانیہ کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے۔ اسی کی وجہ سے اردو کا نام تباہ ہورہا ہے۔ ذوالفقار مرزا نے correction کرنے کی کوشش کی تھی، یہ بات الگ ہے کہ اس کا لہجہ غلط تھا۔

اب میں way forward کی طرف آؤں گا۔ PEMRA نے rules define کردیے ہیں۔ اس وقت live coverageمیں دس سیکنڈ کا break دیا جاتا ہے، میں تجویز کروں گا کہ اسے تیس یا چالیس سیکنڈ تک لے کر جائیں تاکہ editors کو edit کرنے میں مدد ملے۔

آخر میں یہ بات کہنا چاہوں گا کہ جہاں تک derogatory remarks کی بات ہے، وہ سارے کرتے ہیں۔ اس طرح کی باتیں ایم کیو ایم کی طرف سے بھی کی جاتی ہیں۔ صدر اور وزیر اعظم کی خود میڈیا تذلیل کرتا ہے۔ کافی سارے پروگرام نشر ہوتے ہیں، "BNN" ہے، 'ہم سب امید سے ہیں' وغیرہ وغیرہ۔ ان پروگراموں میں سب کی تذلیل کی جاتی ہے۔ خود عوام بھی تذلیل کرتے ہیں۔ میں کہوں گا کہ یہ قرارداد کافی اچھی ہے لیکن جس طرح کی مثالیں دی گئیں، میں ان سے اتفاق نہیں کرتا۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب حسیب احسن صاحب۔

جناب محمد حسیب احسن: شکریہ میڈم سپیکر۔ بہت اچھی resolution پیش کی گئی ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ PEMRA کے قوانین کی violation ہورہی ہے۔ PEMRA کے قوانین بہت اچھے ہیں جبکہ ان میں مزید بہتری اور ان کی implementation کی ضرورت ہے۔ میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے عرض کروں گا کہ اس دن پندرہ لاشیں نہیں گریں بلکہ تقریباً پینتیس سے چالیس لاشیں گریں اور یہ سب کچھ صرف ایک بیان کی وجہ سے ہوا۔ ایک چیز pre-planned ہوتی ہے، پہلے سے پتا ہوتا ہے کہ فلاں شخص کیا بولے گا۔ ان کے بارے میں تو کسی کو پتا ہی نہیں تھا کہ انہوں نے کیا بولنا ہے۔ وہ پریس کانفرنس live چل رہی تھی جس میں یہ واقعہ ہوگیا۔ اس میں قصور میڈیا کا بھی بنتا ہے کہ وہاں موجود صحافی نے insist کیا اور سوال کیا تو اس کے بعد پھر ذوالفقار مرز نے اس کا جواب دیا۔

میں سراج کی بات کو second کرتا ہوں کہ دس سیکنڈ کے gap کو minimum 20-30 seconds کردیا جائے تاکہ اگر اس طرح کی کوئی بھی نازیبا بات ہو تو اس کو cut کیا جاسکے یا کوئی ad چلایا جاسکے۔

مختلف پروگراموں میں لوگوں کی تذلیل کی جاتی ہے اور مختلف ads میں فحاشی کا عنصر بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ یہ چیز PEMRA قوانین کی شق 9 کی بھی خلاف ورزی ہے۔ PEMRA کو چاہیے کہ اپنے قوانین کو review کرے، انہیں مزید بہتر کرے، مزید سخت کرے اور اگر کوئی میڈیا چینل کسی بھی طرح PEMRA قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے تو اس کو warning دی جائے، اس پر heavy fine کیا جائے اور اس کو punish کیا جائے۔ اس ٹی وی چینل کو warning دی جائے، پھر تین مہینے کے لے اس کا لائسنس suspend کیا جائے۔ اگر وہ پھر بھی violation کرے تو suspension کو ایک سال کے لیے بڑھا دیا جائے۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محمد عتیق صاحب۔

جناب محمد عتیق: شکریہ میڈم سپیکر۔ یہ قرارداد ایک اچھی قرارداد ہے تاہم میں کچھ چیزوں کی correction چاہوں گا۔ PEMRA کے rules and regulations گو کہ موجود ہیں لیکن ان کی priority اور عمل درآمد میں مسئلہ ہے۔ PEMRA اس وقت تک action نہیں لیتا جب تک کسی پروگرام کے خلاف کوئی complaint موصول نہ ہو۔ پہلی بات یہ ہے کہ PEMRA کے rules and regulations اور پھر 2010 کے Complaint Commission کو reactive کرنے کی ضرورت ہے تاکہ PEMRA از خود بھی نوٹس لے سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر PEMRA کسی کے خلاف action لیتا ہے تو اس کی سب سے بڑی priority افواج پاکستان ہوتی ہیں۔ دوسرے نمبر پر مذہب اور اقلیتیں آتی ہیں اور پھر تیسرے نمبر پر defamation وغیرہ آتی ہے۔ اس طریقے سے ان کی priorities بنتی ہیں۔

میں ایک تھوڑی سی correction کرنا چاہوں گا، چونکہ میں خود بھی اس شعبے میں کام کرتا رہا ہوں، delay کا ایک procedure ہے۔ جب ہم کوئی چیز دیکھتے ہیں تو delay تین سیکنڈ کا ہوتا ہے۔ اگر ہم کوئی چیز online دیکھ رہے ہوتے ہیں جیسے کرکٹ میچ وغیرہ تو اس میں سات سیکنڈ کا delay ہوتا ہے۔ Defamation کے ضمن میں اگر افواج پاکستان کے خلاف کوئی بات ہو تو سب سے پہلے جو ادارہ حرکت میں آتا ہے، وہ ISPR ہے ۔

جہاں تک PEMRA کے قواعد اور قوانین کا تعلق ہے، میں اس میں دو amendments propose کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات کہ PEMRA ازخود نوٹس لے یعنی suo motu کی طرف آئے۔ PEMRA کو شکایت گزار کا wait نہیں کرنا چاہیے کہ کوئی کہے کہ اس کی ہتکِ عزت ہوئی ہے، اس لیے وہ complaint کررہا ہے اور ساتھ ہی اڑھائی ہزار روپے بھی جمع کروارہا ہے۔ موجودہ procedure بہت lengthy ہے۔ میرے کچھ colleagues نے کیا تو تین مہینوں کے بعد ان کی complaint کا جواب یا explanation آئی کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔

PEMRA کی priority کو ٹھیک ہونا چاہیے۔ ٹھیک ہے جس طرح افواج پاکستان ہے اسی طرح ہر ملک کے interests ہوتے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہاں مذہب میں جو insurgency کا ایک بہت بڑا پہلو رہا ہے تو religion کو انہیں top priority پر رکھنا چاہیے۔ اس کے بعد defamation اور پھر افواج پاکستان یا ISPR کو رکھنا چاہیے۔ شکریہ۔

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب طبریز مری صاحب۔

جناب طبریز صادق مری: شکریہ میڈم سپیکر۔ بات میرے honourable colleagues نے ٹھیک کی ہے کہ PEMRA rules تو موجود ہیں لیکن ان پر عمل درآمد نہیں ہورہا۔ یہ example quote کی گئی کہ آپ لوگ اس چیز سے familiarize ہوسکیں کہ PEMRA Rules کو violate کیسے کیا جارہا ہے۔ میں agree کرتا ہوں کہ زیادہ fault اس پارٹی ہی کا ہے لیکن اس medium کو بھی دیکھنا چاہیے جس کے through یہ ساری چیزیں general public کو communicate ہوئیں۔ That was the main intention of quoting that example by the mover of this resolution.

دوسری بات، اس چیز کو تو ہم justify کر نہیں سکتے کہ کوئی بھی بندہ rules کی violation کرے and gets away with it. There are rules in this book. There are rules pertaining to everything but then again we see کہ ایک بندہ بیٹھ کر کبھی سپریم کورٹ کو degrade کرتا ہے، کبھی کسی political person کو derogate کردیتا ہے اور کبھی کسی famous personality کو بدنام کردیتا ہے۔

As far as the complaints go, I was checking the complaints' list, there was a programme recently aired on Hero TV.

اس کے بارے میں تقریباً 800 complaints تھیں لیکن اس کے باوجود پروگرام air ہورہا تھا۔ اس لیے بات یہ ہے کہ suo motu action بھی اپنی جگہ لے سکتے ہیں لیکن جو applications already sign ہوئی ہیں یا جو complaints already آئی ہیں، ان پر بھی عمل کرنا چاہیے۔

That is the basic purpose of this resolution. The rules exist but these must be implemented for the betterment of the media overall. Thank you.

میڈم ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ اسامہ ریاض صاحب۔

جناب اسامہ ریاض: اس resolution کی wording میں تو کوئی شک و شبہ والی بات ہے ہی نہیں اور جو honourable members نے اس کے بارے میں گفتگو کی ہے، میں اس سے مکمل طور پر اتفاق کرتا ہوں۔

Being the Youth Information Minister, I totally second the resolution. Thank you.

Madam Deputy Speaker: Let me put this resolution to the House for voting.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: The motion is carried and consequently, the resolution is adopted.

ITEM NO.3: LEGISLATIVE BUSINESS

(INTRODUCTION AND PASSAGE OF A GOVERNMENT BILL TO AMEND THE CODE OF CRIMINAL PROCEDURE, 1898)

Madam Deputy Speaker: Let us move back to agenda item No.3. Mr. Muhammad Umar Riaz, Youth Minister for Law, Parliamentary Affairs and Human Rights to introduce a Government Bill further to amend the Code of Criminal Procedure, 1898 (Act V of 1898).

Mr. Muhammad Umar Riaz (Youth Minister for Law, Parliamentary Affairs and Human Rights): Thank you so much Madam Speaker. I beg to move that a Bill further to amend the Code of Criminal Procedure, 1898 (Act V of 1898) may be taken into consideration at once.

Madam Deputy Speaker: I put the motion to the House.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Now we take second reading of the bill that is clause by clause consideration of the Bill. Mr. Muhammad Umar Riaz.

Mr. Muhammad Umar Riaz: Madam Speaker, Section 374 of the Criminal Procedure Code basically lays down a rule regarding the passage of the death sentence. Actually according to the procedure, the court of session passes the death sentence but the death sentence cannot be implemented until and unless it is confirmed by the High Court. It is an absolutely true procedure that it is to be confirmed by the High Court but till confirmation, the prisoner against whom the death sentence has been passed, is treated as a contempt person and is confined in the death cell.

This legislation and this piece of enactment is meant to amend the Criminal Procedure Code's Section 374 with the aim to facilitate those individuals who languish in prisons for ten or fifteen years, waiting for confirmation by the High Court. It requires that till the confirmation by the High Court and after disposal by the superior judiciary, a person will not be considered as the contempt person and shall not be confined in the death cell. His human rights and dignity shall be upheld. Thank you very much.

Madam Deputy Speaker: The honourable Opposition Leader, would you like to say something on this?

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Madam Speaker, I believe there is nothing controversial about this and I would like to second it. Thank you.

Madam Deputy Speaker: I put this Bill to the House for voting.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Majority is in favour of the Bill, consequently, the Bill is adopted.

(Desk Thumping)

ITEM NO.4: LEGISLATIVE BUSINESS

(INTRODUCTION AND PASSAGE OF THE PREVENTION OF ELECTRONIC CRIMES BILL, 2012)

Madam Deputy Speaker: I would now request Miss Ushna Ahmed and Mr. Tabraiz Marri to introduce a Private Member's Bill (The Prevention of Electronic Crimes Act, 2012).

Miss Ushna Ahmed: Thank you Madam Speaker. I beg to move that a Bill to make provisions for prevention of electronic crimes (The Prevention of Electronic Crimes Act, 2012) may be taken into consideration.

Madam Deputy Speaker: I put the motion to the House.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Please explain us the objects and reasons of the legislation.

محترمہ اشنا احمد: میڈم سپیکر! اس وقت پاکستان میں electronic crimes سے متعلق کوئی قانون موجود نہیں ہے۔ایک قانون 2007 میں بنا تھا وہ expire ہوچکا ہے اور 2009 میں اس کی re-promulgation کے لیے جو اقدامات اٹھائے گئے، وہ بھی کامیاب نہیں ہوپائے۔ فی الحال ہماری حکومت ایف آئی اے کے Cyber Crime Cell کے ذریعے کام چلا رہی ہے۔ ابھی electronic crimes register ہوسکتے ہیں لیکن ان کے خلاف کوئی action نہیں ہوسکتا۔ اس Bill میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ جو electronic crimes register ہوتے ہیں، کوئی law یا کوئی ایسا rule ہونا چاہیے جس کے تحت ان کے خلاف action لیا جاسکے۔ اس میں کافی چیزوں کو cover کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ زیادہ سے زیادہ registered crimes کو through electronic devices, address کیا جاسکے۔ شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: Information Minister, would you like to say something on this?

Minister for Information and Broadcasting: Thank you Madam Speaker. I believe that the Prevention of Electronic Crimes Act, 2012 has not been enacted at any time. So I totally second this Bill and you can put it for voting.

Mr. Muhammad Hasim Azeem: Excuse me Madam Speaker, can I say something?

Madam Deputy Speaker: Sure.

Mr. Muhammad Hashim Azeem: Thank you Madam Speaker. I would like to say that the Bill has 49 clauses and if we read out each and every clause, it would take a lot of time. A copy of this Bill has already been emailed to all the members, so, you can directly go for voting on this Bill.

Madam Deputy Speaker: Now, we take up second reading of the Bill i.e. clause by clause consideration. We club clauses 2-20. The question is that, clauses 2-20 do form part of the Bill?

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Clauses 2-20 stand part of the Bill. Now we take clause 21. The question is that, clause 21 do stands part of the Bill?

(The motion was negatived)

Madam Deputy Speaker: Clause 21 does not stand part of the Bill. Now we take clauses 22-49. The question is that, clauses 22-49 do stand part of the Bill?

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: Clauses 22-49 stand part of the Bill. Now we take up the Title and Preamble of the Bill. The question is that, the Title and Preamble do stand part of the Bill?

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: The Title and Preamble stand part of the Bill. Miss Ushna, please move the next item.

Miss Ushna Ahmed: Thank you Madam Speaker. I beg to move that a Bill to make provisions for prevention of electronic crimes (The Prevention of Electronic Crimes Act, 2012) may be passed.

میڈم ڈپٹی سپیکر: اب میں یہ پورا Bill ایوان میں voting کے لیے پیش کرتی ہوں۔ اس کی شق نمبر 21 کو اس ایوان نے منظور نہیں کیا۔ لہٰذا، ووٹنگ میں اس کو ہم شامل نہیں کریں گے۔ I put the motion to the House.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: The motion is carried and the Bill stands passed. Now we adjourn the session for lunch and Zuhar prayers.

(The House was adjourned for lunch break)

(After lunch break, the House met under the chairpersonship of Madam Deputy Speaker)

Madam Deputy Speaker: Please settle down.

ITEM NO.9: RESOLUTION REGARDING CODE OF ETHICS FOR MEDIA

Madam Deputy Speaker: I would ask Mr. Usama Mahmood to kindly read out the legislation and please be very precise in explaining it.

جناب اسامہ محمود: شکریہ میڈم سپیکر۔ اس resolution میں تھوڑی سی correction ہے، اس کے ساتھ ہی اسے پڑھوں گا۔

> "This House is of the opinion that media is fourth pillar of the State and plays a watchdog's role in society. In order to make sure responsibility and accountability of media, it is need of the hour that media should implement code of ethics and under the ethical boundaries, media should perform its duties and accountable to the public."

محترمہ! آج کل ہر طرف میڈیا کی باتیں ہورہی ہیں۔ میڈیا کی آزادی اور freedom of expression آج ہمارے معاشرے میں وقت کی ضرورت ہیں۔ میڈیا کا کردار اور میڈیا کی responsibility دونوں ایک دوسرے سے linked ہیں۔ جتنا میڈیا کا کردار ضروری ہے، اتنا ہی میڈیا کی ذمہ داری بھی ہے۔

1972 میں code of ethics بنائے گئے۔ اس وقت کی حکومت اور کچھ journalists نے مل کر code of ethics بنائے لیکن بعد میں بہت سی وجوہات کے باعث انہیں implement نہ کیا جاسکا۔ اسی طرح PEMRA کے اپنے code of ethics ہیں، پریس کونسل کے بھی code of ethics ہیں، APNS کے بھی ہیں، اسی طرح PFUJ نے بھی کچھ define کیے ہیں لیکن یہ چیزیں implement نہیں ہوتیں۔ تمام صحافتی تنظیمیں claim کرتی ہیں کہ ان codes کو زبردستی impose کیا جاتا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ comprehensive نہیں ہیں اور ان کا vision broad نہیں جس کے باعث انہیں true sense میں implement کیا جاسکے۔ اس کی وجہ سے معاشرے پر بہت سے منفی اثرات رونما ہورہے ہیں۔ مقابلے کے اس دور اور جلدی خبر دینے کی دوڑ میں میڈیا یہ بھول جاتا ہے کہ اس خبر کا معاشرے پر کیا impact پڑ سکتا ہے۔ اس سلسلے میں، میں کچھ examples quote کرنا چاہوں گا۔

محترمہ! ہم سب جانتے ہیں کہ ہمارا ملک اس وقت ایک نازک صورتحال سے گزر رہا ہے۔ گلگت بلتستان کی صورتحال ہو، کراچی کے حالات ہوں یا پھر بلوچستان کے حالات، ہر طرف صورتحال نازک ہے۔ صبح میرے ایک colleague نے بتایا کہ صرف ایک statement سے کس طرح بہت سی لاشیں گرادی جاتی ہیں۔ This is the main issue. It concerns with the code of ethics of media. ہر ٹی وی چینل کی کوشش ہوتی ہے کہ بہتر طریقے سے اور زیادہ سے زیادہ خبر دے لیکن اس صورتحال میں وہ بھول جاتا ہے کہ ہمارے national interests کیا ہیں، وقت کی ضرورت کیا ہے اور میڈیا کی ذمہ داری کیا ہے۔

ضابطہ اخلاق یا code of ethics کا بعض شعبوں پر براہِ راست اثر پڑتا ہے جس سے پھر پورا معاشرہ متاثر ہوتا ہے۔ ا ن میں سب سے پہلے foreign investment ہے۔ میڈیا میں زیادہ تر باہر سے پیسا آتا ہے جو اس میں invest ہوتا ہے اور پھر اپنی مرضی کا agenda impose کیا جاتا ہے جبکہ national interest کا خیال نہیں رکھا جاتا۔ میں اس کی ایک مثال پیش کروں گا۔ ایک طرف لال مسجد کا واقعہ چل رہا تھا اور دوسری طرف سندھ میں سیلاب کی صورتحال تھی۔ سندھ میں سیلاب کو ignore کردیا گیا جبکہ لال مسجد کے معاملے میں اتنی hype create کر دی گئی کہ سندھ کا معاملہ نظروں سے اوجھل ہوگیا۔

اس کے علاوہ فرقہ واریت، مذہبی اقدار، black mailing اور agenda setting کے معاملات بھی ہمارے سامنے ہیں۔ Main agenda سے ہٹا کر دوسرے agenda سے متعلق hype create کردی جاتی ہے جس میں میڈیا کی ذمہ داری کہیں نظر نہیں آتی۔ ہمارا معاشرے میں literacy rate پہلے ہی بہت کم ہے، ان حالات میں لوگوں کے لیے education کا main source میڈیا ہے۔ جب میڈیا ہی لوگوں کو misguide کرنا شروع کردے گا تو لوگ کس طرح react کریں گے؟ پھر لاشیں تو گریں گی کیونکہ میڈیا نے responsibility سے کام نہیں لیا۔

میڈیا کو بہت سی ایسی اقدار کا خیال رکھنا چاہیے جو وقت کی ضرورت ہیں اور جو ہر ریاست میں ہوتی ہیں۔ ٹی وی چینلز پر 'ہم سب امید سے ہیں'، 'BNN' اور دوسرے پروگرام چل رہے ہوتے ہیں۔ ہمارے صدر اور وزیر اعظم کے بارے میں پروگرام چلتے ہیں۔ Freedom of expression یہ نہیں کہ ہر کسی کی dummy بنا کر، اس کا مذاق اڑایا جائے۔ Freedom of expression یہ ہے کہ آپ اپنی بات کو موثر انداز میں انداز میں پیش کریں۔ میڈیا ایسی ایسی crime stories بنا کر پیش کرتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے۔ پچھلے پانچ سالوں میں یہ بات دیکھی گئی ہے کہ جب سے crime shows شروع ہوئے ہیں، crimes کی ratio میں اضافہ ہوگیا ہے اور crime کے نئے نئے انداز سامنے آئے ہیں۔ میڈیا ایک طرف تو ان چیزوں کو highlight کرتا ہے لیکن دوسری طرف یہ بھول جاتا ہے کہ ان کا impact کیا ہوگا یا لوگ ان سے کیسے اثرات لیں گے۔

اس وقت میڈیا کا responsible ہونا بہت ضروری ہے۔ نہ صرف صحافتی تنظیمیں بلکہ خود صحافی حضرات کو بھی ذمہ داری کا مظاہر کرنا ہوگا۔ مبشر لقمان کا واقعہ ہوا، جس کے نتیجے میں میڈیا جیسے sensitive institution پر بہت سے سوالات اٹھائے گئے۔ بات کی گئی کہ میڈیا accountable کیوں نہیں ہے اور میڈیا کا کوئی code of ethics کیوں نہیں ہے جسے true sense میں implement کیا جاسکے جبکہ جتنے بھی code of ethics موجود ہیں، انہیں کوئی ماننے کو تیار نہیں۔ ہر کوئی ایک نئے code of ethics کی بات کرتا ہے۔

میرے خیال میں ایسا code of ethics ہونا چاہیے جسے سارے میڈیا چینلز، عوا م کی رائے اور وقت کی ضرورت کو مدنظر رکھتے ہوئے final کریں اور پھر اس کے ذریعے media کو accountable بنایا جائے۔

سپریم کورٹ میں بھی کچھ صحافی حضرات کو اسی کیس میں بلایا گیا اور سوال کیا گیا کہ آیا آپ کا کوئی code of ethics موجود ہے اور آپ کس sense میں عوام یا عدلیہ کے سامنے accountable ہیں۔ پتا چلا کہ کوئی code of ethics نہیں ہے۔

میں اس سلسلے میں مزید دو تین چیزیں highlight کرنا چاہوں گا۔ آج کے دور میں میڈیا کی آزادی سے زیادہ sensitive معاملہ میڈیا کی ذمہ داری ہے۔ آج ہمارے میڈیا کی جو حالت ہے، اگر وہ ذمہ دارانہ کردار ادا نہیں کرے گا تو نئے نئے مسائل سامنے آئیں گے۔ آج وزارتِ اطلاعات اور تمام میڈیا گروپس کو چاہیے کہ پرانے code of ethics کو review کرکے comprehensive code of ethics بنائیں جس کے ذریعے میڈیا، عوام اور judiciary کے سامنے accountable ہو۔ میڈیا اپنے business interests کے لیے کوئی بھی غلط ایجنڈا set نہ کرسکے یا کوئی بھی غلط بات نہ کرسکے۔ محترمہ! یقین کیجیے کہ اپنے interests بیان کیے جاتے ہیں۔ Political economy theory یہ کہتی ہے کہ پیسا لو اور کام کرو۔ گھنٹے یعنی وقت بیچ دیا جاتا ہے جیسا کہ آپ نے recent واقعے میں دیکھا ہوگا کہ پروگرام کے contents sell کردیے جاتے ہیں۔ معاشرے میں اس سے بڑا جرم کوئی ہو نہیں سکتا کہ لوگوں کو misguide کیا جائے اور پورے کے پورے پروگرام بیچ کر غلط ایجنڈے کو لوگوں پر impose کردیا جائے۔ اگر یہ صورتحال برقرار رہی تو ملک کے حالات مزید خراب ہوں گے اور بدتر ہوں گے کیونکہ next generation کا opinion اور ان کا reaction ہی غلط ہوگا۔

میں تجویز دوں گا کہ ایک جامع code of ethics بننے چاہییں۔ اگر کوئی میڈیا چینل انہیں violate کرتا ہے تو اسے punishment ملنی چاہیے۔ اگر ایک دن ایک چینل بند ہوجائے تو دوسروں کو بھی نصیحت ہوجائے گی۔ ایک دن چینل بند ہونے کا مطلب کروڑوں روپے کا نقصان ہے۔ اگر ایسی punishment دی جائی تو پھر کسی کی جرأت نہیں ہوگی کہ code of ethics کو violate کرے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب عامر خان کھچی صاحب۔

جناب عامر خان کھچی: شکریہ سپیکر صاحبہ۔ ہم media ethics اور rules کی بات کررہے ہیں۔ سب سے پہلے میں کہنا چاہوں گا کہ کچھ ethics موجود ہیں لیکن ان میں integration نہیں ہے۔ کوئی piece of legislation pass نہیں کیا گیا۔ آج اگر اس ملک میں ارسلان افتخار کا issue سامنے آتا ہے، اگر آج ایبٹ آباد آپریشن ہوتا ہے، اگر آج اس ملک کے ایک علاقے کرم ایجنسی میں فوجی آپریشن ہوتا ہے تو ان معاملات پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ میرے ایک عزیز دوست ہیں جن کا تعلق کرم ایجنسی سے ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر ادھر شیعہ سنی فساد ہوتا ہے اور شیعہ کا massacre ہوتا ہے تو اسے قبائلی issue قرار دے دیا جاتا ہے۔ اگر اس ملک میں بلوچستان کا issue اٹھایا جاتا ہے تو اس پر کوئی توجہ نہیں دی جاتی۔ اس ملک میں اگر چیف جسٹس کے بارے میں کوئی بات ہوتی ہے تو میڈیا اس کو ایک اور angle سے دیکھتا ہے اور اس پر اپنی lopsided approach کے تناظر میں بات کرتا ہے۔ میں کہوں گا کہ ہر بات کو میڈیا پر اس طرح project نہ کیا جائے کہ اس کے ذریعے معاشرے پر negative اثرات پڑیں۔ پروپیگنڈا کرنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

سب سے پہلے اس معاملے پر قومی اسمبلی میں legislation کی ضرورت ہے۔ دوسری بات، اس معاملے پر کچھ حدود کا تعین ضروری ہے جیسا کہ PEMRA Ordinance ہے لیکن اس میں مزید modification کی ضرورت ہے۔

تیسری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ ہمارے میڈیا کی approach ہمیشہ pessimistic رہی ہے۔ اگر موجودہ حکومت کوئی اچھا کام کرتی ہے تو اس پر کوئی article نہیں لکھا جاتا اور اس کی projection نہیں ہوتی۔ اگر حکومت سے کوئی چھوٹی موٹی غلطی سرزد ہوجاتی ہے تو گھنٹوں اس پر بحث ہوتی ہے، اس پر مختلف پروگرامز کیے جاتے ہیں اور اس پر تنقید کی جاتی ہے۔ اس کے علاوہ ہمارے ٹی وی چینلز کی مختلف سیاسی جماعتوں کے متعلق lopsided approach ہے۔ ہر چینل نے اپنے آپ کو کسی مخصوص جماعت کے ساتھ align کیا ہوا ہے اور اس طرح ان کے agenda کو آگے بڑھاتے ہیں۔

اس لیے میں precisely یہ کہنا چاہوں گا کہ ایسی piece of legislation ہونی چاہیے جس کے ذریعے تمام چینلز integrate ہوں، ہمارے national interest کا خیال رکھا جاسکے اور ہماری multi-dimensional society میں سب کی ترجمانی ہوسکے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب محمد عتیق صاحب۔

جناب محمد عتیق: بہت شکریہ میڈم سپیکر۔ میں ایوان کی توجہ کچھ concepts کی طرف دلانا چاہوں گا۔ ابھی ہم بات کررہے ہیں کہ implementation ہونی چاہیے تو PEMRA کا جو بنیادی rule ہے وہ electronic media کی حد تک limited ہے۔ حتیٰ کہ cyber کے شعبے میں بھی ان کا کوئی اختیار نہیں ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی PEMRA کی domain ہیں۔ اسی طرح پریس کونسل آف پاکستان کا ادارہ ہے جو 1959 میں ایوب خان کے دور میں بنا۔ اس کی domain میں print publications and periodicals کو control کرنا شامل ہے۔

PEMRA کے اپنے code of ethics موجود ہیں، پریس کونسل آف پاکستان کے بھی موجود ہیں، PFUJ جو وفاقی یونین ہے صحافیوں کی اور APNS جو periodicals کو deal کرتی ہے، ان سب کے اپنے codes بھی موجود ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ code of ethics تو موجود ہیں لیکن implementation کیوں نہیں ہوتی؟ یہ بات صسمجھنے کی ضرورت ہے۔ ان کی implementation اس لیے نہیں ہوتی کہ national یا federal level پر قائم bodies جس طرح PEMRA ہے، جو Federal Government representative body ہے، اس کا APNS اور PFUJ اور دوسری تنظیموں کے ساتھ اختلاف پیدا ہو جاتا ہے۔ مثال کے طور پر PEMRA یا state media یہ کہتا ہے کہ ہمیں کشمیر کے issue پر چوبیس گھنٹوں میں سے آدھا گھنٹہ مختص کرنا چاہیے کیونکہ یہ ہمارے national interest کا تقاضا ہے۔ اب ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل یا اخبار کی اپنی پالیسی ہے کہ وہ اس پر عمل کرے۔ That Channel or newspaper is not bound to follow the Government's policy کہ وہ اپنے کسی پروگرام یا کسی page پر مسئلہ کشمیر کو جگہ دیں۔ یہاں سے contradiction شروع ہوتی ہے۔

ابھی جس طرح 'جیو اصول' نے coin کیا کہ ان کا ایک ضابطہ اخلاق ہوگا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر federal bodies موجود ہیں اور PEMRA موجود ہے تو جیو اصول علیٰحدہ سے اپنی دکان کیوں کھول رہا ہے؟ وہ اس لیے اپنی علیٰحدہ دکان کھول رہا ہے کہ ان کے اپنے media laws, national interests کے ساتھ

contradict کررہے ہیں۔ لہٰذا، implementation strict کے معاملات میں national interest کرنے کی ضرورت ہے۔ جس طرح پہلے بھی میں نے بات کی کہ PEMRA کبھی بھی کسی کے against نہیں جاتا جب تک کہ اسے کوئی complaint receive نہیں ہوتی۔ اب یہ دو بہت ہی contradiction والی باتیں ہیں۔ اسی طرح جب national interest same ہوجائے گا اور جب ایس legislation ہوجائے گی کہ ہر چینل فلاں فلاں قومی مفاد کے معاملے کو اتنا فروغ دے گا تو معاملات میں بہتری آئے گی۔ اس وقت تمام میڈیا چینلز صرف دو اداروں کے معاملے پر compromise کرتے ہیں اور وہ ہیں افواج پاکستان اور سپریم کورٹ۔ ان اداروں کی ہتکِ عزت نہیں کی جاتی۔ یہ صرف ایک ایسا اصول ہے جس پر اتفاق ہے جبکہ اقلیتوں کا معاملہ ہو، مذہب کا معاملہ ہو غرض کسی چیز پر بھی اتفاق نہیں ہے۔ حکومت کا rule کچھ اور کہتا ہے جبکہ private practices کچھ اور کہتی ہیں۔ اگر ہم دوسرے ملکوں کو دیکھیں تو بہرحال دنیا اب اصول قائم کررہی ہے۔

ہمارے دو بڑے journalists ہیں، حامد میر اور ابصار عالم جن کا تعلق اسلام آباد سے ہے، انہوں نے ایک petition دائر کی ہے کہ ایک 'میڈیا کمیشن' ہونا چاہیے جس میں ہتکِ عزت اور دوسرے معاملات اٹھائے جاسکیں۔ آپ دیکھیں کہ یہ چیز بھی تب ہوئی کہ وہ PEMRA کے rules کو نہیں مان رہے، وہ PCP کے rules کو نہیں مان رہے کہ جن پر حکومت کا اتفاق ہے، جس پر legislation ہوئی ہے، جس کے سترہ اٹھارہ points ہیں۔ ان سب پر محنت ہوئی ہے، کچھ کو چالیس سال ہوچکے ہیں، کچھ کو دس سال ہوئے ہیں لیکن ان کی implementation کے معاملے پر ان کے درمیان contradiction آتا ہے۔ اس مقصد کے لیے انہوں نے petition file کی ہے کہ کوئی بھی ایسا پروگرام جو national interest کے خلاف جاتا ہے یا جس سے کسی کی ہتکِ عزت ہوتی ہے یا عزت پر حرف آتا ہے تو اس کے لیے ایک میڈیا کمیشن قائم ہونا چاہیے۔ اب ہر کوئی علیحدہ علیحدہ اپنی practices پیش کررہا ہے۔ ان چیزوں سے یہ ہوگا کہ کل کوئی اور صحافی کھڑا ہوجائے گا، تو اس سے کچھڑی پک جائے گی اور ہم کسی ایک نقطے پر متفق نہیں ہوسکیں گے۔ سب متفق کیسے ہوسکتے ہیں؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ PEMRA اور PCP اور دوسری تمام private bodies کو on board لیا جائے۔ صرف سیکرٹری حضرات یا bureaucrats بیٹھ کر information کے laws نہ بنائیں۔ اس کے لیے صحافیوں کو، سول سوسائٹی کو اور social activists کو بھی on board لیا جائے، تب جاکر ہم کسی اتفاق رائے پر پہنچ سکیں گے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب کاشف یوسف بدر صاحب۔

جناب کاشف یوسف بدر: شکریہ میڈم سپیکر۔ کافی باتیں ہوچکی ہیں، کچھ میں بھی کردیتا ہوں۔ میڈیا پاکستان میں ایک بےلگام گھوڑا بن چکا ہے جس پر قابو پانا لازمی ہوگیا ہے۔ میڈیا چینلز پر آئے روز sensationalism کو پروان چڑھایا جارہا ہے۔ اس کی ایک تازہ مثال راجہ پرویز اشرف صاحب ہیں جو ہمارے honourable Prime Minister ہیں۔ وہ جب سپریم کورٹ میں hearing کے لیے گئے تو ایک چینل پر 'راجہ کی آئے گی بارات' والا گانا چل رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ وہ سپریم کورٹ میں کسی کیس کی پیشی کے لیے نہیں بلکہ کسی ہندی movie کا promo دکھانے کے لیے جارہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ ان واقعات سے ہمارے

ملک یا ہمارے وزیر اعظم کا کیسا image باہر کی دنیا میں جارہا ہے؟ میڈیا کو چاہیے کہ اس چیز کو control کرے۔

I want to give some suggestions. As a fourth pillar, media is accountable to public and responsible for its actions. Media practitioners should stop thinking that they are above the law and they are the judge.

Secondly, media must help in stabilizing national institutions and national, socio-economic, political and administrative structure by pointing out the flaws and appreciating any good work done by the Government, state institutions and in the private sector.

Media should serve and work honestly and sincerely for the country apart from any bias and partiality.

I would conclude that the objective of media freedom can be realized only when public trust and confidence reposed in media is respected and protected by media itself, by acting as a true watchdog, keeping an eye on Government on behalf of the general public. Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ محترمہ سمن احسن صاحبہ۔

محترمہ سمن احسن: شکریہ میڈم سپیکر۔ میں کہنا چاہوں گی کہ ہمارے ملک میں as one of the strongest pillar of state میڈیا کا کردار بہت positive ہوسکتا تھا لیکن نہیں ہے۔

سب سے پہلے میں talk shows کی بات کروں گی۔ رات کے آٹھ بجے جو prime time ہوتا ہے اور ڈراموں کا وقت ہوتا ہے، ٹاک شوز چلائے جاتے ہیں۔ ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک لاحاصل بحث شروع ہوجاتی ہے اور جیسے ہی اس کا کوئی منطقی انجام قریب پہنچتا ہے، اچانک 'بریک، بریک' کا شور اٹھتا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ 'آپ ایک منٹ میں اپنی بات کو conclude کرلیں کیونکہ ہم نے ایک بریک لینا ہے۔' مجھے یہ چیز سمجھ نہیں آتی کہ بھئی آپ کو پروگرام سے مطلب ہے، آپ کو پروگرام کے شرکا کے point of view سے مطلب ہے یا آپ کو اپنی 'بریک' سے مطلب ہے۔ جیسے ہی پروگرام میں کوئی important issue سامنے آنے لگتا ہے تو 'بریک' سامنے آجاتی ہے کیونکہ ظاہر ہے اس وقت sponsors کے فون آتے ہوں گے کہ جی اس time پر ہمارے اشتہار چلائے جائیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ anchorpersons نے ایک معزز سیاستدان کو، ایم این اے یا کسی منسٹر کو گویا کٹہرے میں کھڑا کیا ہوتا ہے۔ وہ ایسے لہجے میں ان سے بات کررہے ہوتے ہیں جو کسی طرح مناسب نہیں ہوتا۔ کوئی check and balance ہی نہیں ہے اور کسی کی کوئی عزت ہی نہیں ہے۔ مجھے تو حیرانی ہوتی ہے کہ لوگوں سے ایسے بات کی جاتی ہے کہ گویا ان کو کٹہرے میں کھڑا کیا ہو۔ آپ کون ہیں؟ کیا آپ کوئی پولیس آفیسر ہیں کہ ان کی اس طرح interrogation کررہے ہیں؟ یوں نہیں تو یوں اور یوں نہیں تو یوں۔ جہاں تک میں نے observe کیا ہے، سیاستدانوں کو الٹی سیدھی باتیں کرکے اکسایا جاتا ہے۔ یوں کہا جاتا ہے کہ 'اچھا! آپ کا یہ مطلب تھا' اور اس طرح سے ایک hype create کی جاتی ہے۔

اس کے علاوہ news کا معاملہ بھی سب کے سامنے ہے۔ سرخ رنگ کی سکرین پر بریکنگ نیوز لکھ کر خبر دی جاتی ہے کہ فلاں جگہ دھماکے کی آواز سنی گئی ہے۔ بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہاں تو سلنڈر پھٹا تھا۔ کیا یہ کوئی طریقہ ہے؟ اگر کوئی آدمی گھر سے باہر گیا ہے تو اس کے گھر والے تو پریشان ہوجائیں گے

کہ فلاں جگہ دھماکا ہوا ہے۔ پتا چلتا ہے کہ وہاں تو کوئی غبارہ پھٹا ہے یا سلنڈر پھٹا ہے۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ان چیزوں پر کوئی نہ کوئی تو check and balance ہونا چاہیے۔ اپنے چینل کی TRP کے لیے یہ سب ہتھکنڈے استعمال کیے جاتے ہیں۔

ایک اور بات میں کہنا چاہوں گی کہ کراچی، پاکستان کا economic hub اور ایک اہم شہر ہے۔ یہاں ایسے show کیا جاتا ہے کہ جیسے کراچی تباہ ہوگیا ہو۔ جب میں اپنے fellows سے ملتی ہوں تو وہ لوگ ایسے سوال پوچھتے ہیں کہ کراچی کا کیا حال ہے؟ میڈم سپیکر! ہم بھی کراچی میں ہی رہتے ہیں اور آپ خود بھی کراچی سے ہی تعلق رکھتی ہیں، کیا ہم وہاں زندہ نہیں رہ رہے؟ کیا ہم لوگ گولیوں کے زیراثر رہ رہے ہیں؟ ہم کیسی زندگی گزار رہے ہیں؟ اس طرح کا image create کیا جاتا ہے کہ جیسے سب کچھ تباہ ہوگیا ہو۔ ایسا شہر جو ہمارا سب سے important city اور economic hub ہے اور جہاں ہماری سب سے زیادہ investment ہورہی ہے، ایسا image پیش کیا جاتا ہے کہ باہر کے investors نے انکار کردیا ہے کہ اب وہ یہاں invest کرنے نہیں آئیں گے۔ آپ مجھے بتائیں کہ کیا امریکہ یا انڈیا میں اس طرح کے crimes نہیں ہوتے؟ ان کے ہاں تو زیادہ ہوتے ہیں کیونکہ ان کی آبادی ہم سے زیادہ ہے اور ان کے ہاں غربت ہم سے زیادہ ہے لیکن ان کے میڈیا نے آج تک ان crimes کو کیوں نہیں اچھالا۔ ٹھیک ہے کراچی ہمارا important economic hub ہے اور وہاں پر کچھ مسائل بھی ہیں لیکن لوگ کراچی کے بارے میں عجیب قسم کی باتیں کرتے ہیں کہ نہیں جی، کراچی تو جل رہا ہے، تباہ ہوگیا ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا ہم کراچی میں نہیں رہ رہے؟

میں اپنی بات کو conclude کرنا چاہوں گی۔ نیوز چینلز کے علاوہ آج کل کوکنگ چینلز کا بھی دور دورہ ہے۔ ایک گھر میں دو وقت کی دال روٹی کے لیے پیسے نہیں ہوتے جبکہ کوکنگ چینلز قسم قسم کی چیزیں دکھا کر لوگوں کے جذبات کے ساتھ کھیلتے ہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ یہ ایک افسوسناک بات ہے۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب یاسر ریاض صاحب۔

جناب یاسر ریاض: شکریہ میڈم سپیکر۔ بہت اچھی گفتگو کی گئی۔ میں دو تین پہلوؤں کو اجاگر کرنا چاہوں گا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ہم media ethics کی بات کرتے ہیں تو سب سے اہم issue یہ ہے کہ میڈیا پر جو چیز present کی جارہی ہے، اس سے کسی کی ذاتی زندگی پر کوئی effect نہ ہو۔ ہم دیکھتے ہیں کہ انتہائی غیر مصدقہ اطلاعات کی بنیاد پر میڈیا کسی شخص کی عزت کو ایسے اچھال دیتا ہے کہ اگر وہ فرد جرم میں شامل نہیں بھی تو ساری زندگی وہ اس کے لیے مسئلہ بن کر رہ جاتا ہے۔ اس کی واضح مثال ہماری ایک ایم پی اے کی ہے جس کے متعلق کریڈٹ کارڈ کا ایک issue بنایا گیا۔ اس واقعے کے بعد اس ایم پی اےکو resign کرنا پڑا۔ بعد میں جب investigations ہوئیں تو پتا چلا کہ وہ accountable نہیں تھیں۔

دوسری اہم بات ہمارے social ethics ہیں۔ ہم جس معاشرے میں رہتے ہیں، وہ کوئی مادر پدر آزاد معاشرہ نہیں ہے بلکہ اس کے اپنے ethics ہیں، اقدار اور روایات ہیں۔ میڈیا کو چاہیے کہ وہ ان اقدار اور روایات کی پاسداری کرے۔ بدقسمتی سے پچھلے کچھ عرصے سے بہت بری طرح ان روایات اور اقدار کو پامال کیا گیا ہے۔ اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ ہمارے ایک مشہور صحافی انصار عباسی اور

مشہور سیاستدان قاضی حسین احمد صاحب نے جب سپریم کورٹ میں ان چیزوں کے خلاف رٹ دائر کی تو ان elements نے ان ت کا بائیکاٹ کیا کہ ہم ان کی کسی بھی خبر کو اپنے میڈیا پر نہیں دکھائیں گے۔ یہ یقیناً shameful بات ہے۔

تیسری بات، ethics میں یہ چیز لکھی ہے کہ سپریم کورٹ کے خلاف کوئی بات نہیں کی جائے گی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف ٹی وی چینلز جب بھی چاہتے ہیں سپریم کورٹ کے خلاف کسی فرد کو سامنے لے آتے ہیں، وہ شخص بات کرتا ہے اور پھر اس کے بعد سپریم کورٹ کی عزت اچھالی جاتی ہے۔

مبشر لقمان کے ایک پروگرام کے نتیجے میں planted program کا معاملہ ہمارے سامنے آتو گیا ہے کہ کس طرح planted programs کیے جاتے ہیں لیکن حقیقت میں میڈیا میں اس کے علاوہ بھی بہت سے پروگرام ایسے چلائے جاتے ہیں جو پہلے سے planned ہوتے ہیں، کیا کرنا ہے، کس نے کرنا ہے، اس میں کیا کال آئے گی اور اس کا کیا conclusion ہوگا۔ یعنی وہ sponsored اور planted programs ہوتے ہیں۔

اب میں اس مسئلے کے solutions کی طرف آتا ہوں۔ سب سے پہلی چیز تو یہ ہے کہ میڈیا کو سمجھ لینا چاہیے کہ اگر میڈیا اپنے ethics خود نہیں بناتا اور ان پر عمل درآمد نہیں کرتا تو یہ میڈیا کے اپنے لیے نقصان دہ ہے۔ جب اس صدی کے آغاز میں میڈیا کو آزادی ملی تھی تو لوگوں کا میڈیا پر بہت زیادہ confidence تھا لیکن آج کی youth کو دیکھیں تو ان کا وہ confidence برقرار نہیں رہا، وہ social media کی طرف divert ہورہے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں جو چیز میڈیا سے مل رہی ہے، وہ اتنی اہم نہیں ہے بلکہ ہم سوشل میڈیا سے زیادہ فائدہ حاصل کرسکتے ہیں۔

دوسری بات، میڈیا کی self accountability ہونی چاہیے۔ کسی بھی legislation کی طرف جانے سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ میڈیا اپنے لیے ایک ایسا procedure بنائے جس سے ان کی self accountability ہو اور میڈیا کے senior لوگ خود بیٹھیں اور اس کے لیے ایک procedure design کریں۔

تیسری بات، viewers بھی اس معاملے کا ایک important part ہیں۔ ہمارا کام محض اتنا نہیں کہ اگر کوئی قابلِ اعتراض چیز ٹی وی پر آرہی ہے تو ہم صرف چینل تبدیل کرلیں بلکہ ہمیں اس پر اپنا feedback بھی دینا چاہیے۔ ہمیں ان کو SMS کے ذریعے، ای میل کے ذریعے، خط یا پھر call کے ذریعے اپنا message پہنچانا چاہیے۔ جب ایک مالک کو پتا چلے گا کہ اس کے پروگرام کو لوگ پسند نہیں کررہے اور اس کے خلاف ہیں تو وہ یقیناً اس کو change کرے گا کیونکہ اس کو اپنے business کی فکر ہوتی ہے۔ اس کی واضح مثال ہمارے سامنے ہے، جب ایک actress نے ایک religious program کرنا تھا لیکن صرف لوگوں کے feedback پر اس کو کئی دن delay کیا گیا۔ اگر ہم اس طرح feedback دیتے رہیں تو اس کے نتائج بھی سامنے آئیں گے۔

اسی طرح legislation بھی بہت ضروری ہے اور اس میں improvement بھی ہونی چاہیے۔ میں صرف ایک minor سی change اس قرارداد میں propose کرنا چاہ رہا ہوں۔ جہاں انہوں نے لکھا ہے کہ:

"Media should implement the code of ethics"

تو اس میں صرف ایک لفظ add کرلیں کہ:

"Media should improve *and implement* the code of ethics."

ان کے موجودہ قواعد مکمل طور پر اس چیز کو follow نہیں کرتے۔ انہوں نے سپریم کورٹ میں اس چیز کو accept کیا تھا کہ اس وقت جو written rules and regulations ہیں، ان میں نہ کسی چیز کی definition موجود ہے اور نہ ہی ہم اسے لے کر چل سکتے ہیں۔ لہٰذا، اگر یہ word add کرلیا جائے تو زیادہ بہتر رہے گا۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب عمر ریاض صاحب۔

Mr. Umar Riaz: Thank you Madam Speaker. Already the matter has been stated in quite detail but I would like to second what has been said about the accountability by honourable Members of the Green Party. They said that the self-accountability concept should be introduced. This is something which has not been said earlier. The self-accountability mechanism in which the journalists will hold themselves responsible for one particular act, should be given more weight.

We have seen that recent events of planted programs raised a sort of confrontation between the two media channels. Both of them were involved in confrontation which is not allowed in any civilized society. It is the very reason that social media and social networking websites have gained popularity. The youth of this age has a firm belief that even in the case of Myanmar, the media was not that much active but everyone was getting the latest information by means of the social networking websites. So, the continuous involvement of the social networking websites is an important thing. It is said that the social media was also involved in raising the Arab spring which we witnessed last year.

Media is important but its accountability should have to be in a greater extent, in a way of self-accountability mechanism, yes, it should be ensured. In case of any sort of confrontation between the two media channels or between the two media companies, there should be a third party which should implement the code of ethics by applying the penal liability. I always advocate for the penal liability, unless and until it is enforced, it is not possible for us to discuss a concrete solution. So, concrete steps should be taken in this regard. Thank you very much.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب حسیب احسن صاحب۔

جناب محمد حسیب احسن: شکریہ میڈم سپیکر۔ میڈیا ریاست کا چھوتا ستون ہے، یہ بات بالکل ٹھیک ہے لیکن یہ تو ہماری ریاست کی جڑوں کو ہی کھوکھلا کررہا ہے۔ یہ میڈیا ہی ہے جو پل بھر میں کسی کو آسمان پر چڑھا دیتا ہے اور پھر جس کو گرانا ہو تو اس کو مختلف packages یا reports کے ذریعے گرا دیتا ہے۔

ہم بالکل بھی آزادی صحافت کے خلاف نہیں ہیں بلکہ ہم چاہتے ہیں کہ ریاست کے چھوتے ستون کی حیثیت سے یہ اپنی ذمہ داریاں اچھے طریقے سے نبھائے۔ اس مقصد کے لیے ہمیں چاہیے کہ مختلف قوانین بنائیں۔ یہاں میرے بھائیوں نے اس کے لیے بہت اچھی تجاویز پیش کیں۔ یہ میڈیا پوری دنیا کے لیے تو آواز بلند کرتا ہے لیکن اس کے اپنے سائے تلے موجود ملازمین، تنخواہوں اور دوسری سہولیات سے محروم رہتے ہیں۔ یہ میڈیا ہی ہے جو PEMRA کے آرٹیکل 9 کی خلاف ورزی کرتے ہوئے ایسے اشتہارات پیش کرتا ہے جس سے ملک کے نوجوانوں میں روشن خیالی کے نام پر مختلف اقسام کی برائیاں جنم لیتی ہیں۔ میڈیا نے ایک عورت سے دوپٹہ چھین کر اسے ماڈل بنا دیا ہے۔

میں چند تجاویز پیش کرنا چاہوں گا۔ میڈیا کوئی ایسا پروگرام پیش نہ کرے جو عدالت میں زیر سماعت ہو۔ اس کے علاوہ PEMRA کی ذمہ داری ہونی چاہیے کہ ایک چینل کو صرف ایک license issue کرے۔ PEMRA کا ایک قانون بھی موجود ہے کہ جو اخبارات کام کررہے ہیں، ان کو ٹی وی چینل کا license نہیں دیا جائے گا لیکن حقیقت میں صورتحال اس کے برعکس ہے۔ میڈیا پر رات کو مختلف پروگرامز on air کیے جاتے ہیں، ان پروگرامز کا direct impact ہماری investment اور ہمارے reserves پر پڑتا ہے۔ اگر کوئی investor پاکستان میں invest کرنا چاہتا ہے تو میڈیا کے پروگرام دیکھ کر اپنا ارادہ بدل لیتا ہے۔ میری سراج قاسم تیلی صاحب سے بات ہوئی۔ وہ کراچی کے ایک بڑے investor اور businessman ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ ایک مرتبہ وہ مصر میں اپنے بیٹے کے ساتھ بیٹھے تھے تو کامران خان صاحب کا شو چل رہا تھا۔ اس سے پہلے وہ plan کررہے تھے کہ پاکستان آکر ایک ہوٹل بنائیں گے اور یہاں investment کریں گے۔ اس سلسلے میں انہوں نے اپنی اور اپنی wife کے ویزے کے لیے apply کیا ہوا تھا۔ ان کی wife بھاگتی ہوئی آئیں کہ ہم پاکستان جا تو رہے ہیں لیکن پتا نہیں واپس بھی آئیں گے یا نہیں، ٹی وی پر دیکھیں کیا حال ہورہا ہے اور وہاں تو آگ لگی ہوئی ہے۔ اس طرح چیزوں کو project کرنے سے ہم پر الٹا impact پڑ رہا ہے۔

اگر دیکھا جائے تو media persons ایک طرح سے ہمارے ملک کے ambassadors ہوتے ہیں۔ یہ دنیا کے 152 ملکوں میں پاکستان کا image پیش کررہے ہوتے ہیں۔ اگر غلط image پیش کیا جائے تو اس طرح بھی ہماری investment رکتی ہے۔ اس چیز کا بھی بہت خیال رکھنا چاہیے۔ میری بہن نے کراچی کے حالات کے بارے میں بات کی۔ جب ہم گھر سے باہر نکلتے ہیں تو ہمیں پتا نہیں ہوتا کہ واپس آئیں گے یا نہیں۔ یہ بات حقیقت ہے۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب عامر عباس طوری صاحب۔

Mr. Amir Abbas Turi: Thank you Madam Speaker. Firstly, I would apologize on my yesterday's emotional outburst.

Most of the time, media persons, anchors or journalists throw their own perceptions on the general masses and wish to implement their biased opinions. For instance, we can say that they are having a radical approach like our President, Prime Minister and Parliament have always been disgraced in a prejudicial manner. Like our MNA, Mr. Sajid Hussain Turi clearly mentioned in his interviews and especially in talk-shows with Hamid Mir, that in his constituency, for the last five years, hostile tribal militias besieged the Kurram Valley/Agency. Due to these tribal insurgencies and military operations, the security situation is totally volatile. Mr. Sajid quoted a verse of a poet:

ہر موڑ پر مل جاتے ہیں ہمدرد ہزاروں
شاید میری بستی میں اداکار بہت ہیں

As a result of this so-called war on terror, more than 2,000 people have martyred and 5,000 are still missing but none of the TV channel gave coverage. Media never focused on these issues. No facts and figures are clearly mentioned on the media. Last year, for the four months, students of Parachinar were

staging protests. Media-person Asma Shirazi and some other anchors told me in personal capacity that they have received letters from ISPR that they should not give coverage to it.

In the last, I will say it was purely a sectarian and ethnic cleansing in Kurram Agency and it was not any tribal issue. Thank you very much Madam Speaker.

Madam Deputy Speaker: The honourable Prime Minister.

جناب محمد ہاشم عظیم (یوتھ وزیر اعظم): شکریہ میڈم سپیکر۔ سب سے پہلے میں اس قرارداد کے movers کو مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے اتنی اہم اور valid resolution یہاں پیش کی۔

اگر آپ history میں جائیں تو ہر فرد، سول سوسائٹی اور journalists، سب نے مل کر بات کی کہ میڈیا ہونا چاہیے۔ اسے صرف پی ٹی وی تک contain نہیں ہونا چاہیے اور یہیں تک restrict نہیں ہونا چاہیے بلکہ میڈیا کا role زیادہ سے زیادہ diverse ہونا چاہیے۔ پھر ہم نے ایک تحریک کا آغاز کیا۔ اس بات پر زور دیا گیا کہ میڈیا کو آزاد بھی ہونا چاہیے لیکن آج مجھے بڑے افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ جب میڈیا آزاد ہوا تو اس نے اپنی حدود و قیود کا احساس نہیں رکھا۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ میڈیا نے اپنی حدود و قیود کا احساس نہ رکھا اور ہم نے دیکھا کہ سائیکل پر اخبار بیچنے والا شخص media giant بن جاتا ہے۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ TV anchors کو سیاسی بنیادوں پر پلاٹ اور عہدے دیے جاتے ہیں۔ مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ foreign involvement کا بول بالا ہوتا ہے۔ مجھے سب سے زیادہ افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ planted TV videos میں TV anchors اپنے مہمانوں سے پلاٹوں اور بنگلوں کی demand کرتے ہیں۔

سپیکر صاحبہ! میڈیا کی حدود و قیود طے ہونی چاہییں۔ ان کو عوام کے احساسات اور جذبات کا خیال رکھنا چاہیے۔ جو movement ان کی آزادی، بحالی اور ان کو اس مقام تک پہنچانے میں لے کر گئی ہے، ان کو کم از کم اس movement اس جذبے اور اس جدو جہد کا خیال رکھتے ہوئے، قواعد و ضوابط اور اصول و قوانین کے مطابق چلنا چاہیے۔ شکریہ میڈم سپیکر۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: اس قراداد کے mover یاسر ریاض صاحب نے ابھی ایک amendment proposeکی تھی کہ تیسری line میں لفظ improve کا اضافہ کیا جائے اور اسے improve and implement کیا جائے۔ کیا یہ ایوان ان کی اس تجویز سے متفق ہے؟

(حکومتی ارکان نے کہا کہ ٹھیک ہے ترمیم کرلی جائے)

Madam Deputy Speaker: Ok. Now, let me put this motion/agenda No.9 to the House for voting.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: The motion is carried and consequently, the resolution is adopted.

ITEM NO.5: PRESENTATION OF YOUTH FOREIGN POLICY 2012

Madam Deputy Speaker: I would now request Shaheera Jalil Albasit, Youth Minister for Foreign Affairs and Defence to present Youth Foreign Policy 2012.

Ms. Shaheera Jalil Albasit (Youth Minister for Foreign Affairs and Defence): Madam Speaker, ten minutes time has been given to me, I will try and complete the whole policy within that time.

میں اپنی بات roadmap سے شروع کروں گی۔ اس پر اپوزیشن کی طرف سے کافی بات ہوگئی ہے۔ جہاں تک roadmap کا تعلق ہے، بات یہ ہے کہ پہلے انڈیا اور پاکستان کے درمیان improved economic relations ہوں گے اور ہم expect کر رہے ہیں کہ 2015 تک انڈیا اور پاکستان کے مابین 6 بلین ڈالر سالانہ کا ایک trade volume develop ہوجائے گا، اس کے بعد economic dependency بڑھ جائے گی، آپس میں دونوں ملکوں کا trade volume بڑھ جائے گا، پھر ہم سرکریک کا issue اٹھائیں گے۔ سرکریک کا issue resolve کرنے کے بعد automatically ایک moral and technical binding بن جاتی ہے کہ پھر ہم prisoners کا issue اٹھائیں اور اسے resolve کریں۔ Once that is done تو وہ automatically ایک CBM یعنی confidence building measure کا کام کرے گا۔ سب سے بڑا CBM انسانی بنیادوں پر prisoners کا ہی ہوسکتا ہے۔ Once that is taken care of, we will come to the water dispute. پانی کے معاملے کو settle کرنے کے بعد، ہم توقع کرسکتے ہیں کہ انڈیا اور پاکستان کے درمیان کچھ حد تک trust deficit کم ہوجائے گا۔ پھر وہ time آئے گا کہ سب سے grave issues جو pending چلے آرہے ہیں، سیاچن اور کشمیر، ہم ان کو simultaneously negotiating table کی طرف لے کر جائیں۔

اس پورے roadmap میں پاکستان کے stance کو at all times چار principles یا اصول govern کریں گے۔ نمبر ایک یہ ہےکہ Indian officials کو commit before coming to the negotiating table, کرنا پڑے گا کہ they will refrain from giving public statements over the internal security issues of Pakistan. This is being mentioned in reference to the issues of Balochistan and the issues of religious minorities in Sindh. جیسا کہ ابھی ہم نے جیکب آباد سندھ سے ہندوؤں کی ایک mass migration experience کی ہے، اس کے reference سے یہ اصول مدنظر رکھنا ہوگا کہ Indian officials اپنی capacity میں کوئی statement نہیں دیں گے یا اسے شائع نہیں کریں گے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ جب بھی انڈیا، پاکستان کو question کرے گا about the arrest or trial of Maulana Masood Azhar, who is the hijacker of Indian Airlines flight یہ 1999 کی بات ہے یا حافظ محمد سعید صاحب کے بار ے میں جو کہ لشکر طیبہ کے چیف ہیں اور 2008 کے Mumbai attacks میں ان کی alleged involvement پر کافی سوالات اٹھے ہیں، یا پھر انڈیا ہمیں question کرے گا سربجیت سنگھ کی release کے بارے میں جو کہ prisoner ہیں، تو پاکستان ان تینوں معاملات کو تین چیزوں سے مشروط کرے گا۔

First of all, investigations will be carried out about S.B.S Tomar who was allegedly an Indian diplomat and a R.A.W. under-cover agent who was present on the IC-814 flight in 1999 and was secretly giving instructions to the rest of the hijackers. Most of the people have no clue about S.B.S Tomar. So, this matter will be brought to the table.

ہماری دوسری condition یہ ہوگی کہ R.A.W. اور Indian Intelligence Bureau کی بلوچستان لبریشن آرمی کو 1970 سے جو logistic support کی alleged بات چلتی آرہی ہے، اس issue کو ہم table پر لائیں گے۔

ہم جو تیسری investigation ان سے demand کریں گے، وہ R.A.W. کی 2009 میں لاہور میں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر حملے میں involvement کے بارے میں ہوگی۔

We will also demand that Board of Control for Cricket in India (BCCI) and Indian Ministry of Sports will not engage in attempts to sabotage Pakistan's image in the world of Cricket and sports.

اس کے ساتھ کرکٹ ڈپلومیسی کے تحت، انڈیا بذاتِ خود اپنی پوری ٹیم کو لے کر پاکستان آئے گا۔ ابھی اس سال پاکستان پریمیئر لیگ بھی expect کی جارہی ہے اور توقع کی جارہی ہے کہ انڈین ٹیم یہاں تشریف لائے گی۔ We will demand this from them diplomatically.

ہمارا چوتھا اصول یہ ہوگا کہ اگر پاکستان، انڈین چینلز، فلموں یا پھر کسی بھی قسم کے media content کو ban یا censor کرنے کے لیے کوئی strict reforms لاتا ہے تو انڈیا کو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ ہم یہ realize کرتے ہیں پچھلے پورے decade میں انڈیا کی طرف سے جو مختلف قسم کا content inflow ہوا ہے، اس کی وجہ سے ہمارے ہاں کافی moral degradation ہوئی ہے تو انڈیا کو reforms پر کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے۔ یہ ہماری personal reforms ہوں گی۔ اس طرح یہ ہمارے چار اصول ہوں گے۔

اب میں تیزی سے economic relations کی طرف آتی ہوں۔ اس میں جو reforms ہم نے propose کیے ہیں، ان میں یہ ہے کہ فروری 2012 میں جو تین landmark agreements انڈیا اور پاکستان میں تجارت کے حوالے سے sign ہوئے ہیں، ان کو follow کرتے ہوئے انڈیا تین شعبوں میں بہتری لائے گا۔ پہلی بات کہ انڈیا custom documentation formalities کو relax کرے گا۔ دوسری بات، tariff structure میں reforms لائی جائیں گی۔ تیسری بات whole procedure and process of obtaining and renewing the Bureau of India Standards (BIS) license کو آسان بنایا جائے گا۔ ایک اور reform یہ ہے کہ پاکستان انڈیا کو urge کرے گا کہ اپنی agricultural permits اور automobile licenses میں بھی تھوڑی relaxation دے۔

State Bank of Pakistan and Reserve Bank of India can open cross border branches on the basis of mutual benefits.

پاکستان اور انڈیا کو visa regime finalize کرنا پڑے گا۔ Visa regime پر کل کافی بات ہوگئی تھی، multiple-entry visas ہوگئے یا پھر greater duration کے، بہت ساری reforms اس شعبے میں ممکن ہیں۔ Visa relaxation کے ضمن میں ہم یہ توقع کرتے ہیں کہ ہمارے پاکستان کے rice exporters کو rice cultivation میں کافی technical expertise حاصل ہوں گی۔ یہاں ایک چیز مدنظر رکھنی ہوگی کہ Indian Home Ministry نے حال ہی میں اپنا ایک stance دیا ہے۔ انہوں نے پہلے کہا تھا کہ ہم visa regime میں کسی reformکے بارے میں سوچیں گے بھی نہیں and we will not revisit that area unless Pakistan trials those accused in Mumbai attacks. لیکن اب Indian Home Ministry نے اپنا stance relax کیا ہے۔ لہٰذا اب میرے خیال میں وقت ہے کہ ہم بھی relaxation کے بارے میں بات کرسکتے ہیں۔

ایک اور شعبہ قصور (پاکستان) اور امرتسر (انڈیا) کے درمیان economic zones کا قیام ہے۔ ان دونوں کے درمیان economic zones ایک probable idea ہے، اس کے prospects discuss ہوں گے، لہٰذا یہ بھی ایک feasibility ہے۔

ہمارا economic sector میں آخری reform, MFN status سے متعلق ہے۔ یہ ایک کافی debatable topic ہے۔ میرے خیال میں پاکستان کو تین شرائط پر انڈیا کو MFN status دے دینا چاہیے۔ تین شرائط یہ ہیں کہ

پاکستان ایک sensitive list maintain کرے گا جس سے اس بات کی guarantee ہوگی کہ ہمارا اپنا domestic manufacturing sector تباہ نہ ہوجائے یعنی ایک sensitive list maintain کرکے ہم اس سیکٹر کا safeguard کررہے ہیں۔ دوسری چیز، انڈیا ہمارے MFN status کے gesture کو by reducing its own sensitive list, reciprocate کرے گا۔ پاکستانی ٹیکسٹائل سے متعلق جو انڈیا کے reforms ہیں، ان کو وہ relax کرے گا۔ آخری چیز یہ ہے کہ انڈیا اپنے investors سے ban ہٹائے گا کہ وہ پاکستان میں invest کرسکتے ہیں۔ ابھی recently انہوں نے ban ہٹایا ہے کہ ہم وہاں invest کرسکتے ہیں، اب انہیں یہ ban بھی ہٹا دینا چاہیے کہ وہ بھی ہمارے ہاں invest کرسکتے ہیں۔

اب سرکریک کے مسئلے کی طرف آتے ہیں۔ اس معاملے پر ہمارا جو proposed solution یا clear stance ہے i.e. we are going with the 1940 Bombay Resolution. اس کو ہم practical اس طرح سے بنائیں گے کہ ہمیں international community میں یہ idea float کرنا ہوگا کہ انڈیا جو Thalweg Principle کو ہمیشہ سامنے لے آتا ہے، Thalweg Principle ایک scientific term ہے اور انڈیا اس سے scientifically اپنے آپ کو support کرتا ہے، we will have to float the idea that Thalweg Principle is not applicable in this area, in the matter of Sir Creek. Why? اس کی وجہ یہ ہے کہ سرکریک کا علاقہ for more than half of the year, water-logged رہتا ہے اور وہ navigable area نہیں ہے۔ اس لیے Thalweg Principle یہاں scientifically apply ہی نہیں ہوسکتا کیونکہ وہ بنا ہی navigable areas کےلیے ہے۔

دوسری چیز، پاکستان کا clear stance یہ ہے کہ ہم پہلے land boundaries کو demarcate کریں گے۔ اس وقت ایک conflict سامنے آتا ہے جب انڈیا کہتا ہے کہ پہلے آپ نے under-water boundaries کو demarcate کرنا ہے جبکہ پاکستان کہتا ہے کہ نہیں پہلے land boundaries ہونی چاہییں۔ We still stick to that stance that firstly, land boundaries will be demarcated and then we can demarcate the under-water maritime boundaries. اس demarcation کے عمل کے دوران جو ہم تجویز کررہے ہیں، 1991 کے پاکستان اور انڈیا کے درمیان advance notice on military exercises کے معاہدے پر سختی سے عمل درآمد کروانا پڑے گا تاکہ demarcation کے دوران conflict کی کوئی صورت پیدا نہ ہو۔ جب demarcation ہوجائے گی تو پاکستان اور انڈیا اپنی متعلقہ سرحدی حدود کا ڈیٹا Commission on the Limits of the Continental Shell (CLCS) کو submit کریں گے۔ میرے خیال میں CLCS میں پاکستان کو کافی advantage حاصل ہے۔ کچھ technical باتیں ایسی ہیں کہ جب آپ demarcation میں چلے جائیں تو CLCS کا format ایسا بنتا ہے کہ پاکستان کو eventually سرکریک کے معاملے میں تھوڑا upper hand یا technical advantage حاصل ہوجاتا ہے۔

اب ہم prisoners کے issue کی طرف آجاتے ہیں۔ اگر سرکریک کا issue resolve ہوجائے تو جیسے میں نے پہلے کہا تھا کہ ایک confidence building measure کے تحت بھی moral binding بن جاتی ہے کہ آپ prisoners کے issue پر آجائیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ actually prisoners کا مسئلہ پیدا ہی تب ہوتا ہے جب boundaries demarcated نہیں ہوتیں اور fishermen ادھر سے سے اُدھر چلے جاتے ہیں۔ اس کا proposed

solution یہ ہے کہ Pakistan Maritime Security Agency اور Indian Coast Guards جنہوں نے ممبئی حملوں کے بعد اپنی negotiations call off کردی تھیں، وہ resume کریں گے اور reforms پر بات کریں گے۔

باقی جو prisoners ہیں جن میں prisoners of war بھی شامل ہیں، ان کے لیے دو reforms ہیں۔ نمبر ایک، Joint Judicial Commission on Prisoners, 2007 کو ہم reinforce کریں گے۔ نمبر دو، Agreement of Consular's Access, 2008 کو ہم reinforce کریں گے۔ I am sure prisoner's issue is not such a big issue and that comes in the category of confidence building measures.

اب ہم پانی کے issue کی طرف آجاتے ہیں۔ دونوں states میں سے انڈیا basically upper riparian state ہے، پانی اُدھر سے اِدھر آتا ہے، تو میرے خیال میں اسے dispute نہیں کہنا چاہیے بلکہ اسے issue کہنا چاہیے۔ جب آپ negotiating table پر بیٹھے ہوں اور اگر آپ کسی مسئلے کو dispute treat کریں تو اس کی اپنی implications ہوتی ہیں۔ اس لیے ہم اسے water issue کہتے ہیں، water dispute نہیں کہتے۔ یہ ہمارا stance ہے۔ چونکہ دونوں فریقوں میں سے انڈیا upper riparian state ہے تو obviously اگر ان کی طرف سے ہی reforms آئیں تو بہتر ہے۔ اس میں ہمارا کوئی technical stance نہیں ہوسکتا because everything is evident in the 1960 Indus Water Treaty. پاکستان کا proposed solution یہ ہے کہ ہم نے negotiations کی طرف جانا ہے کیونکہ negotiations are the only way out in the water dispute. مذاکرات میں ہم نے انڈیا پر ایک right amount of pressure deploy کرنا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ جب بھی ان کا کوئی نیا hydel power project سامنے آتا ہے تو اس پر international arbitration ہوسکتی ہے، بہت ہی technical چیزیں آگئی ہیں، you can go to a lot of places آپ اس پر بہت جگہ appeal کرسکتے ہیں۔ آپ نے یہ کام کرنا ہے جس سے انڈیا کو ایک constant problem رہے گی کیونکہ وہ جو بھی hydel power projects لائیں گے، پاکستان obviously انہیں oppose کرے گا جب تک کہ یہ چیزیں مکمل طور پر clarify نہیں ہوجاتیں۔ جب ایک دفعہ water dispute solve ہوگیا تو پھر ہم joint power projects کی طرف بھی آسکتے ہیں۔

آخر میں صرف دو چیزیں رہ گئی ہیں جو کہ بڑی important ہیں۔ ایک کشمیر اور دوسرا سیاچن ہے۔ کشمیر میں ہمارا proposed solution, plebiscite ہے۔ استصوابِ رائے کے لیے کافی technical چیزوں کو in regard لیا جاسکتا ہے۔ انڈیا کا solution یہ ہے کہ LOC کو آپ international boundary بنا دیں۔ ہم اس کو پوری international community میں float کرسکتے ہیں کہ جی یہ military solution ہے اور یہ ہماری کشمیر کی freedom movement کو کسی بھی طریقے سے serve نہیں کرتا۔ We will stick to the stance of a plebiscite. اس کے لیے ہم bilateral اور trilateral talks سیکرٹری level یعنی سیکرٹری دفاع یا سیکرٹری خارجہ کے level پر conduct کروائیں گے اور پھر اس کے بعد obviously political leadership آجاتی ہے۔ کشمیر کی political leadership select کرنے کے لیے we can conduct an election under international U.N. monitoring. اس طرح وہ ایک الیکشن conduct کرواسکتے ہیں جس کے تحت آپ کشمیری قیادت select کرسکتے ہیں۔ مذاکرات کی میز پر آنے کے بعد ہمارا principle stance یہی ہوگا کہ آپ نے کشمیریوں کو right of self-determination دینا ہے۔ اس کو ہم United Nations کی 1947 کی resolution کے ذریعے implement کریں گے۔ دونوں sides کو

اپنے militants withdraw کرنے ہوں گے۔ ہم یہ چیز civil Government obviously کی capacity میں propose تو کرسکتے ہیں لیکن militants کی پھر بہت ساری categories بن جاتی ہیں۔ اس میں ہماری military bureaucracy کا greater role ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے militants کو withdraw کرلیں۔ Plebiscite کے ضمن میں تین options ہیں، ایک پاکستان، دوسرا انڈیا اور تیسرا include کیا جاسکتا ہے and that has to be included کیونکہ ہم right of self determination کی بات کررہے ہیں۔

آخری بات، سیاچن کا حل کیا ہے؟ سیاچن ایک ایسا مسئلہ ہے جسے آپ bone of contention کہہ سکتے ہیں۔ مسئلہ یہ ہے کہ لوگ انڈیا اور پاکستان کے درمیان ہر معاملے کو bone of contention کہہ دیتے ہیں لیکن دراصل یہ وہ مسئلہ ہے جسے آپ bone of contention کہہ سکتے ہیں۔ یہ وہ مسئلہ ہے جس پر جب تک دونوں sides میں سے ایک اپنا compromise stand نہ کردے، اس کا solution کسی صورت بھی ممکن نہیں ہے۔ ہم جو solution propose کر رہے ہیں، وہ zone of disengagement ہے۔ یہ ممکن کیسے ہوگا؟ یہ ایسے ممکن ہوگا کہ پاکستان کو اپنا age old stance ترک کرنا ہوگا، انڈیا کی actual ground پر جو positions ہیں انہیں demarcate نہ کرنے کا جو ہمارا age old stance ہے we can give up that stance بشرطیکہ انڈیا کشمیر میں plebiscite کرنے کے لیے agree ہوجائے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم ایک issue کو isolation میں deal نہیں کررہے، دونوں کو ایک وقت میں کررہے ہیں and it is like a give and take thing. اگر انڈیا plebiscite کی بات پر agree کرکے negotiating table پر آجاتا ہے کیونکہ بات یہ ہے کہ Indian Army is very reluctant to come to the negotiating table on the Siachin issue اس کی reason یہ ہے کہ ان کا clear stance یہ ہے کہ جب تک آپ ہمارے actual ground lines پر demarcate position نہیں کرتے، ہم withdraw نہیں کریں گے۔ اس چیز کو implement کرنے کے لیے کافی technical طریقے موجود ہیں۔ ایک دفعہ withdrawal ہوگیا تو ہم standard operating procedures کو implement کرسکتے ہیں۔ بہت شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: Thank you. Opposition Leader, would you like to say something?

Mr. Sadiq Tabraiz Marri: Thank you Madam Speaker. I would once again say that I would disagree with the first page. On the first page, it has been stated that by 2015, we will improve our trade to $6 billion's level. Then we are going to move to the Sir Creek issue, then we are going to move towards prisoner's exchange, then we are going to move towards water crisis and finally Siachin and Kashmir.

میڈم سپیکر! آپ تجارت 6 بلین ڈالر پر لانا چاہتے ہیں لیکن صرف کہہ دینے سے کچھ نہیں ہوگا اس کے لیے بہت سے اقدامات اٹھانے پڑیں گے۔ آپ نے MFN کی بات کی کہ آپ اس میں اپنی sensitive list بھی برقرار رکھیں گے، یہاں custom tariffs کی بھی بات ہوئی لیکن میں کہوں گا کہ India is one of the most restricted markets of the world. انڈیا نے بھلے آپ کو 1995-96 MFN status میں دے دیا ہو لیکن آج بھی آپ کی کافی ایسی products ہیں جو انڈین ماکیٹ میں آسانی سے نہیں جاسکتیں۔ انڈیا میں state to state laws بنے ہوئے ہیں۔ پاکستان اگر ایک product انڈیا میں export کرنا چاہتا ہے تو one quality check does not apply to all the states. آپ کو ہر state میں جاکر differently quality check لینے پڑیں گے۔ So it is not as easily done as it is said.

اس کے بعد ایک اور بھی issue ہے کہ سرکریک کے معاملے کو ہر صورت prisoner's exchange سے پہلے ہی کیوں deal کیا جائے۔ یہ اس کے بعد بھی آسکتا ہے۔ اگر آپ prisoner's exchange کے issue کو پہلے لے آتے ہیں تو یہ بہتر ہے۔ آج ہم نے prisoner's exchange سے متعلق ایک resolution بھی pass کی ہے کہ اس معاملے پر dialogue ہونا چاہیے اور obviously dialogue is the only way forward but then you cannot say کہ اگر ہم نے CBMs کرنے ہیں تو ہم سربجیت سنگھ کو بھی چھوڑ دیں، یہ necessary نہیں ہے۔ ابھی تک کوئی چیز prove نہیں ہوئی ہے۔

محترمہ شہیرہ جلیل الباسط: میڈم سپیکر! میرا ایک point of order ہے۔ میری پالیسی میں کہیں بھی mention نہیں ہے کہ ہم سربجیت سنگھ کو چھوڑ دیں گے۔

جناب صادق طبریز مری: میں آپ کی conditions کی بات کررہا ہوں۔ آپ نے ایک condition رکھی ہے کہ if they demand the removal of Sarabjeet Singh تو ہم پھر دوسرا issue اٹھا لیں گے۔ This usually does not lead to resolving the issue. This leads to a deadlock. جب deadlock پیدا ہوتا ہے تو پھر آپ کے اس roadmap میں بھی ایک deadlock آجائے گا۔ اس لیے بنیادی طور پر جو آپ کی چار conditions ہیں، Indian statement کی بات کی گئی، ایسا almost impossible ہے کہ کبھی کوئی security situation arise ہوتی ہے تو حکومت refrain کرے from issuing a policy against any other country or any other non-state elements even within another country. اس لیے ان conditions پر بھی اعتراضات ہیں۔ Then obviously, tit for tat leads to a deadlock. It does not lead to a resolution. جن تین situations سے معاملے کو interlinked کیا گیا کہ اگر یہ ایک، دو، تین issuesکیے جائیں گے تو we are going to talk about this, this will lead to a deadlock.

اب ہم پاکستان انڈیا کے درمیان sporting ties کے معاملے کی طرف آتے ہیں۔ ہمارے ملک میں اس وقت دنیا کی کوئی بھی کرکٹ ٹیم آنے کو تیار نہیں ہے۔ How do you think that India will initiate this? I don't think India will ever initiate this.

تجارت کی بات ہوئی اور prisoners کی بات بھی ہوئی۔ قیدیوں کے معاملے پر کہا گیا کہ PMS انڈین اتھارٹیز کے ساتھ deal کرے گا۔ پھر prisoners of war کی بات ہوئی۔ اس میں بھی کچھ disagreement ہے، there are a lot of 'ifs' and 'buts'. چار conditions کو تو میں نہیں دیکھتا کہ کبھی بھی پوری ہوں گی کیونکہ ان میں کافی problems ہیں لیکن میں کہوں گا کہ پالیسی بنانے کی ایک اچھی attempt کی گئی ہے لیکن میں پھر کہوں گا کہ the recommendations should have been incorporated. Thank you.

Ms. Shaheera Jalil Albasit: May I speak?

Madam Deputy Speaker: I will give you only one minute.

محترمہ شہیرہ جلیل الباسط: بہت شکریہ۔ میڈم سپیکر! میں recommendations سے متعلق تھوڑی سی clarification چاہتی ہوں، ان کا آخری جملہ یہ تھا کہ I wish recommendations could have been included. دیکھیں، official capacity میں اگر ایک چیز آتی ہے تو میں اسے entertain کروں گی۔ When I saw an email coming from their Foreign Minister, I read that thing. مزے کی بات یہ ہے کہ انہوں نے میری پالیسی میں 'ifs' and 'buts' بتائے ہیں، بے شک ہیں، but I have realized one thing کہ محترم اپوزیشن لیڈر نے پہلے دن بھی

and then he stuck on 'ifs' and 'buts'. He does not come to the technical details of کی بات کی four principles
Siachin, Kashmir or Sir Creek. میری پالیسی میں بہت سی technical details ہیں، آپ ان پر غور کریں گے تو آپ کو بات سمجھ آئے گی کہ یہ ممکن ہے۔ جہاں تک recommendations کی بات ہے، میں بتاتی ہوں کہ آپ کی پالیسی کیسی ہے۔

Madam Deputy Speaker: It is not a criticism going on each other's policies and there is no counter debate.

Ms. Shaheera Jalil Albasit: But I wish we could move to the internal pages and not just the four principles.

Mr. Sadiq Tabraiz Marri: Madam Speaker, the policy of honourable Minister is based on the four conditions.

اگر وہ bases ہی نہیں ہوں گی تو آپ اپنے roadmap کو implement کیسے کریں گے؟ مجھے تو یہ بات سمجھ نہیں آتی۔

محترمہ شہیرہ جلیل الباسط: میں صرف ایک آخری point clarify کرنا چاہوں گی۔

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Madam Speaker, can I speak? I think if we both speak, it will not serve the purpose.

Madam Deputy Speaker: You are clarifying so many points while you said only one point.

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Because she raised this, can I clarify another point? She said that in official capacity, I received an email from the honourable Shadow Minister for Foreign Affairs. The email was sent and the recommendations were there. Not exactly, on all of these issues, I agree; but there were recommendations that should have been incorporated.

On the very first day, when the honourable Minister sought the recommendations, I stood here on the floor of the House and I recommended that this roadmap is very idealistic. It is not realistic. If I stand here and say something in the capacity of an Opposition Leader, I think that should have also been taken into consideration by the honourable Minister.

محترمہ شہیرہ جلیل الباسط: میڈم سپیکر! دیکھیں، recommendations کی بات ہوئی ہے، انہوں نے کیا recommendation دی ہے؟ یہی کہ آپ کی پالیسی میں ifs and buts بہت زیادہ ہیں۔ What is the way out? Does he suggest something کہ جی آپ نے ان ifs and buts کو ہٹانا کیسے ہے؟ He did not suggest. یہ اپنی پالیسی کی recommendations کی بات کرتے ہیں، میڈم سپیکر! میں نے کوشش کی کہ اس کا print out لے آتی لیکن مجھے وہ ملا نہیں، نہیں تو میں آپ کو دکھادیتی۔ You would see a clear difference. وہ پوچھتے ہیں کہ کشمیر کا solution کیا ہے تو کشمیر کا solution یہ ہے کہ ہمیں right of self determination دینا ہے لیکن how do you make it practical, they have not talked about it.

Madam Deputy Speaker: I have a solution to this. Let us go for voting. Please be seated. I put this motion/policy for vote of the House.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker: The policy is adopted.

ایک معزز رکن: میڈم سپیکر! میرا ایک point of order ہے۔ Policy Statement میں کہاں voting ہوتی ہے؟

Madam Deputy Speaker: It is under the discretion of the Speaker.

<u>ITEM NO.10: RESOLUTION REGARDING BAN ON RELGIOUS PROGRAMS BEING HOSTED BY SHOWBIZ PERSONALITIES</u>

Madam Deputy Speaker: Mr. Amir Khan Khichi *sahib*, Muhammad Umar Riaz, Ms. Sahar Iqbal, Mr. Gohar Zaman, Mr. Tauseef Abbasi and Mr. Usama Riaz would like to move a resolution. I would ask Amir Khan Khichi to kindly read out the legislation.

Mr. Amir Khan Khichi: Thank you Madam Speaker. I would like to move the following resolution:

> "This House is of the opinion that religion is a very pious matter for all Muslims. Therefore, media should restrain itself in mingling with certain notable showbiz personalities just to increase their ratings. These channels should not only be banned but strict action should also be taken against them."

میڈم سپیکر! میں قرارداد پر بولنے سے پہلے اس کی آخری لائن میں استعمال ہونے والے لفظ ban کو change کرکے penalize کرنا چاہوں گا۔ میں دوبارہ اسے پڑھتا ہوں:

> "These channels should not only be penalized but strict action should also be taken against them."

محترمہ ڈپٹی سپیکر: یعنی آپ ban کی جگہ penalize کا لفظ شامل کرنا چاہتے ہیں۔ ٹھیک ہے۔

جناب امیر خان کھچی: میڈم! اس ایوان میں بات کرنے سے پہلے میں ایک چیز clear کردوں کہ ہم تمام ارکان جو اس قرارداد کے movers ہیں، ہم showbiz industry کے خلاف بات نہیں کررہے۔ ہم جو بھی بات کریں گے، اس کا مطلب یہ نہیں ہوگا کہ ہم شوبز انڈسٹری یا شوبز کی personalities کے خلاف ہیں یا پھر ہم ان کی character assassination کرنا چاہتے ہیں۔

ہم جتنے بھی movers ہیں، ہمارا concern یہ ہے کہ ہم سب الحمدللہ مسلمان ہیں، میرے لیے خاص طور پر یہ بات بہت حیرت اور پریشانی کا باعث ہے کہ وہ لوگ جو controversial ہیں، جن کی Youtube videos پر پڑی ہیں، وہ لوگ جن کے character سے متعلق questioning کی جاتی ہے، جو پوری دنیا میں پاکستان کے بارے میں ایک negative image دے رہے ہیں، جنہیں overall کچھ پتا نہیں Islamic values کے بارے میں، کیا وہ لوگ آج 'اسلام' کے اور ہمارے leaders بن گئے ہیں؟ اگر *(XXXXX) کی بات کریں تو تمام لوگوں کو پتا ہے کہ ان پر questions ہورہے ہیں۔ اس ایوان میں شاید کچھ لوگ ان کے supporters ہوں گے لیکن میرا point of view بہت clear ہے کہ اگر ان کے بارے میں questions اٹھائے جاتے ہیں یا ان کے متعلق concerns ہیں تو انہیں کسی صورت میں بھی allow نہیں کیا جانا چاہیے کہ وہ پورے ماہِ رمضان میں افطاری کے موقع پر

---

* اس لفظ کو محترمہ ڈپٹی سپیکر کے حکم پر کارروائی سے حذف کیا گیا۔

‘اسلام’ پر discussions کریں۔ وہ اس طرح discussion کررہے ہوتے ہیں جیسا کہ وہ کوئی بڑے عالم ہیں یا اسلام کے ٹھیکیدار ہیں۔

میڈم! دوسری بات میں یہ کہنا چاہوں گا کہ اگر میرے یا *(XXXXX) جیسے لوگ اس ملک میں ٹی وی پروگراموں میں آکر just showbiz کی rating کے لیے، ‘اسلام’ پر discussion کریں گے اور اپنی statements دیں گے تو پوری دنیا میں کیا message جائے گا؟ میں at least personally hurt ہوا ہوں کہ کیا یہ لوگ ہمارے ‘اسلام’ کے ٹھیکیدار ہیں یا یہ ہمارے leaders ہیں؟ یہ اٹھارہ کروڑ عوام کا ملک ہے، کیا ان میڈیا والوں کو اور کوئی عالم یا فلاسفر نہیں ملتا؟

میڈم سپیکر! Media Logic کے نام سے ایک ادارہ ہے جو ratings کے معاملات کو deal کرتا ہے۔ انہوں نے جان بوجھ کر ایسے لوگوں کو اپنے channels پر induct کیا ہوا ہے تاکہ لوگوں کو misguide کیا جائے اور advertising کی جائے۔ بدقسمتی سے میڈیا صرف اور صرف اپنے monetary objectives حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف ہے جبکہ دوسری طرف وہ ہمارے Islamic sentiments کو اور ہمارے ملک کی traditions اور values کو violate کررہا ہے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: ٹھیک ہے۔ شکریہ۔ جناب عمر ریاض صاحب۔

Mr. Muhammad Umar Riaz: Madam Speaker, absolute power corrupts absolutely and we are all aware of the fact that with freedom, comes greater responsibility. It is very unfortunate that in today's world and today's Pakistan, we have witnessed in media an inclination towards sensationalism. Media is more inclined towards sensationalism instead of dispatching the truth. The reason behind this very fact is the financial aspect and financial gains of media which are linked and connected with this media policy.

Media people are more concerned about gaining the financial advantages rather than dispatching the truth. This has rendered the media responsibility towards the ditch of darkness which cannot be tolerated. We have seen that the facts and figures are greatly exaggerated in order to get the financial benefits and improve the ratings. In this way, people can be attracted towards a particular thing and financial advantages can be gained to a greater extent.

Just for the financial gains, we have seen some unethical practices which should not be allowed by the morality. The so-called way and the path to disclose the unethical values is not something which should be permitted by any moral society. So, I believe, use of religion in the same manner should not be allowed and it should be condemned. Thank you very much.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ سحر اقبال۔

محترمہ سحر اقبال: میں اس resolution کو totally support کرتی ہوں۔ بات یہ ہے کہ ایک جگہ جہاں modernism کے نام پر ایک اسلامی ریاست کو secular بنانے کی سازش کی جارہی ہے، وہیں یہ بھی ہے کہ اگر آپ rating کو دیکھیں تو جس time پر *(XXXXX) نے *(XXXXX) کو propose کیا تھا۔

* اس لفظ کو محترمہ ڈپٹی سپیکر کے حکم پر کارروائی سے حذف کیا گیا۔
* ان الفاظ کو محترمہ ڈپٹی سپیکر کے حکم پر کارروائی سے حذف کیا گیا۔

ایک معزز رکن: میڈم سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔ بار بار نام لیے جارہے ہیں، generalize کیا جائے اور particular کسی کا نام نہ لیا جائے۔

محترمہ سحر اقبال: میں آپ کے سامنے facts کے ساتھ بات کررہی ہوں۔

Madam Deputy Speaker: He is right. You should not pinpoint anyone. You can indirectly refer to that but don't mention any particular name.

محترمہ سحر اقبال: جب ایک چینل نے ایک particular بندے کو ایک مخصوص اسلامی شو کے لیے propose کیا تو on the other side, another channel, just to increase their rating or just to get notable, considered the other controversial person. I think it is totally against our Islamic or moral values. ہم لوگوں کو وہ لوگ preach کر رہے ہیں جو خود controversial ہیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب گوہر زمان صاحب۔

جناب گوہر زمان: شکریہ سپیکر صاحبہ۔ اس بات پر ہم سب کا اتفاق ہے کہ آج میڈیا سہولت سے زیادہ ایک مسئلہ بن چکا ہے۔ ایک شخص کسی بھی field سے تعلق رکھتا ہو، اس کو ضرور کہیں نہ کہیں feel ہوتا ہے کہ آج میڈیا اپنی limits cross کرچکا ہے۔ وہ گھر میں رہنے والے لوگ ہوں، house wives ہوں یا چاہے کسی بھی profession کے لوگ ہوں، ان کو میڈیا کی irresponsibility نظر آتی ہے۔ اسی irresponsibility کو آج ہم نے یہاں highlight کیا ہے۔ اس معاملے پر پہلے بھی کچھ بحث ہوچکی ہے۔ اسے پچھلی قرارداد کی کڑی قرار دیا جاسکتا ہے۔

جب ہم مذہب کی بات کرتے ہیں تو کم از کم پاکستان کے اندر مذہب ایک sensitive issue کی حیثیت رکھتا ہے۔ اسے ہمیشہ بہت carefully deal کرنا چاہیے لیکن ہم یہاں کیا دیکھتے ہیں کہ کسی moral responsibility کا مظاہرہ نہیں کیا جاتا۔ صرف commercial benefits کے لیے مختلف stunts کیے جاتے ہیں۔ یہ بات بھی دیکھنے کی ہے کہ ایسا کوئی پیمانہ موجود نہیں کہ کون شخص اسلامی پروگرام کرسکتا ہے اور کون نہیں کرسکتا۔ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کہ ایسا کوئی پیمانہ نہیں ہے۔ کچھ علماء حضرات جو controversial ہوتے ہیں، وہ بھی پروگراموں میں بلائے جاتے ہیں لیکن بات moral responsibility کی ہوتی ہے کہ آپ overall کیا دیکھتے ہیں۔ آپ کسی معاملے میں expert opinion seek کرتے ہیں۔ کیا یہ لوگ expert opinion رکھنے والوں کی category میں آتے ہیں؟ میرے خیال میں یہ لوگ ہرگز اس category میں نہیں آتے۔ Controversy ایک الگ چیز ہے، ان کے پاس تو expert opinion بھی موجود نہیں ہے۔

بات یہ ہے کہ جب میڈیا commercialization کی طرف جاتا ہے تو پھر اس قسم کی irresponsible چیزیں اس میں پیدا ہوتی ہیں۔ اس کا نقصان کیا ہوتا ہے؟ نقصان یہ ہوتا ہے کہ آپ کے ملک میں دو طبقوں، conservatives اور liberals کے درمیان gap مزید بڑھتا جاتا ہے اور اس کی وجہ سے آپ کے ہاں پھر ایک social turmoil create ہوتا ہے۔ یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہوتی ہیں جو بعد میں بڑی ہوجاتی ہیں۔ اب بات یہ ہے کہ کیسے اس مسئلے کو حل کیا جائے۔ اس سلسلے میں rules موجود ہیں۔ اگر آپ دیکھیں تو obscenity اور ہر طرح کے rules موجود ہیں لیکن ان کی implementation نہیں ہے۔ میں زور دے کر کہوں گا کہ ان قوانین کی

implementation ہونی چاہیے۔ ہماری moral responsibility اس لیے بنتی ہے کیونکہ ہم اپنے آپ کو انڈیا یا پھر United States سے compare نہیں کرسکتے۔ ایک طرف ہم اسلام کے علمبردار بھی بنتے ہیں تو ان حالات میں ہمیں اپنے image کو غلط طریقے سے پیش نہیں کرنا چاہیے اور نہ ہی ان معاملات میں controversy پیدا کرنی چاہیے۔ بہت شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر۔ جناب توصیف عباسی صاحب۔

جناب توصیف احمد عباسی: شکریہ میڈم سپیکر۔ مختصراً ایک دو باتیں عرض کرنا چاہوں گا۔ ایک وہ وقت تھا 2005 میں جب ہم سمجھ رہے تھے کہ میڈیا اس ملک میں ریاست کا چوتھا ستون بن کر سامنے آیا ہے۔ پھر 2007 تک ایسی صورتحال رہی کہ میڈیا پر آنے والے anchors ایک طرح سے ہمیں guide کرتے رہے۔ اس وقت ان کی کوئی ذاتی opinion نہیں ہوا کرتی تھی۔ وہ through other people, opinion generate کرتے تھے اور پھر ہم تک پہنچاتے تھے۔ اب 2012 میں یہ چیز سامنے آئی کہ anchorکی اپنی ایک opinion آنا شروع ہوگئی۔ وہ اپنا ایک agenda لے کر بیٹھ گیا، اسی agenda کو وہ follow کرتا ہے اور اسی کے مطابق لوگوں کو ساتھ بٹھا کر ایک opinion generate کرتا ہے اور ظاہر ہے لوگوں کے ذہنوں کو divert کرتا ہے۔

میڈم! میں کہوں گا کہ اس معاملہ کو تھوڑا سا differentiate ہونا چاہیے۔ فرض کریں اگر میں *(XXXXX) کو کہوں کہ وہ *(XXXXX) پر جاکر اسلام پر بات کرے تو وہ نہیں کرسکتا۔ اگر میں ایک مولوی صاحب سے کہوں کہ آپ *(XXXXX) کی جگہ آکر foreign policy پر بات کریں-----

محترمہ ڈپٹی سپیکر: نام نہ لیں۔

جناب توصیف احمد عباسی: میں just بات کررہا ہوں، کسی کو criticize نہیں کررہا۔ نام لینا کوئی جرم نہیں ہے، criticize کرنا ایک الگ بات ہے۔ میں کہنا چاہ رہا ہوں کہ یہ چیز کم از کم define ہونی چاہیے کہ آپ کا profession کیا ہے۔ آپ کو ایک profession اور ایک حد کے اندر رہ کر، اپنا opinion present کرنا چاہیے۔ چونکہ آپ کو لوگ follow بھی کررہے ہوتے ہیں تو ایک diverse opinion ہونا چاہیے۔ اس طریقے سے liberal اور conservative کے درمیان جو difference create ہورہا ہے اور پھر اس کے نتیجے میں ہمارے ہاں جو difference of opinion بہت بڑھ جاتا ہے، ہم اسے avoid کرسکتے ہیں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب اسامہ ریاض صاحب۔

جناب اسامہ ریاض: شکریہ میڈم سپیکر۔ قرارداد پر already میرے honourable colleagues نے کافی بات کرلی ہے، میری گزارش ہوگی کہ آپ ایوان کے باقی ارکان سے recommendations لے لیں اور پھر اس پر voting کروالیں۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب عامر خان کھچی صاحب نے جن channels اور جن anchors کا نام لیا، انہیں ایوان کی کارروائی سے حذف کیا جائے۔ جناب حماد ملک صاحب۔

جناب حماد ملک: جناب سپیکر! بہت اچھی resolution پیش کی گئی اور بڑا اہم معاملہ اس میں اٹھایا گیا۔ آج کل ہم دیکھتے ہیں کہ میڈیا تقریباً ہر چیز کا ٹھیکیدار بن گیا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی معاملہ ہو،

* ان الفاظ کو محترمہ ڈپٹی سپیکر کے حکم پر کارروائی سے حذف کیا گیا۔

اس میں ان کی interference لازمی ہے۔ انہوں نے اسے اپنا حق سمجھ لیا ہے یا پھر اپنے اوپر ایک فرض سمجھ لیا ہے۔ کسی ٹی وی شو پر ساس بہو کا جھگڑا چل رہا ہے، کہیں کوئی گھریلو معاملات discuss ہورہے ہیں، حتیٰ کہ شادیاں تک ٹی وی چینل پر کروائی جارہی ہیں۔

جناب عالی! کچھ معاملات ایسے ہوتے ہیں جنہیں صرف concerned لوگ ہی deal کرسکتے ہیں اور دینی معاملات اس میں بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہیں۔ 'دین' ایک بہت sensitive issue ہے۔ آج کل کے اس فتنے کے دور میں جبکہ دین میں بہت زیادہ changes آرہی ہیں، already ہم بہت سے فرقوں میں بٹ چکے ہیں، اگر آپ ایسے لوگوں کو ٹی وی پر بٹھا کر دین کے معاملات discuss کریں گے جن کی personalities پہلے ہی controversial ہیں اور جن کے کردار پر لوگوں نے باقاعدہ videos بھی دیکھی ہیں تو یہ ایک بہت ہی گھناؤنا کام ہوگا۔

جناب عالی! صرف یہی نہیں بلکہ میڈیا کا کئی اور معاملات میں بھی کردار ایسا ہی رہا ہے۔ اس کی ایک typical example ابھی آپ نے رمضان میں دیکھی۔ جب ایک "ہلال کمیٹی" حکومت نے بنادی ہے تو آپ "مسجد قاسم" کی ہلال کمیٹی کو زیادہ coverage کیوں دے رہے ہیں۔ اگر آپ نے ہر غیر ریاستی اقدام کو اسی طرح cover کرنا ہے تو پھر جائیں صوفی محمد کی شرعی عدالت کو بھی cover کریں، آپ جائیں اور مولانا فضل اللہ کے radio station کو بھی cover کریں، آپ جائیں اور وزیرستان میں تحریکِ طالبان کی بھی ہر چیز کو coverage دیں۔ جناب عالی! میری اس فورم سے یہی ایک گزارش ہے کہ میڈیا کو ہم اس طرح پابند کریں کہ وہ ہر ایسا معاملہ نہ discuss کریں، خاص طور ایسی personalities کو جو بہت زیادہ controversial ہوں۔ یہاں ایک personality کی بات کی گئی جو *(XXXXX) سے رمضان میں بڑے دینی پروگرام کرتے رہے۔ جنابِ عالی! میں نے بذاتِ خود......

محترمہ ڈپٹی سپیکر: آپ کو میں نے کہا ہے کہ channels اور anchors کے نام نہ لیجیے۔ انہوں نے جس چینل کا نام لیا ہے، اسے ایوان کی کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب حماد ملک: میں معافی چاہتا ہوں۔ میں نے بذاتِ خود PTA کی site پر جاکر complaint کی اور میرا complaint نمبر چار سو کچھ تھا۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ already اس پروگرام پر اتنی زیادہ complaints register ہوچکی تھیں لیکن اس کے باوجود وہ پروگرام رمضان کا پورا مہینہ چلتا رہا۔ اس کی ایک ویڈیو Youtube پر آئی اور within 15 minutes اس پر 312 dislike signs show کیے گئے۔ اس حد تک جب ایک چیز controversial تھی، عوام نے اس کو reject کیا تھا تو اس کو on air کرنا اور اس کو پورا مہینہ چلانا ایک کھلی بدمعاشی سے کم نہیں تھا۔

جناب عالی! بہت اچھی resolution پیش کی گئی ہے، میں اسے support کرتا ہوں۔ ہمیں چاہیے کہ میڈیا کو penalize کریں۔ اسے زبردستی کسی code of conduct کے تحت لائیں تاکہ کوئی ایسا معاملہ جسے عوام reject کررہے ہوں، میڈیا اسے ایک بدمعاش بن کر implement نہ کرسکے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محترمہ ایلیا نوروز صاحبہ۔

---

* ان الفاظ کو محترمہ ڈپٹی سپیکر کے حکم پر کارروائی سے حذف کیا گیا۔

محترمہ ایلیا نوروز علی: میڈم! میں جو بات کہنا چاہتی تھی، وہ ہمارے متعدد معزز ارکان نے کہہ دی ہے۔ لہٰذا، میں مزید کچھ بھی نہیں کہنا چاہتی۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر۔ شکریہ۔ محترمہ انعم محسن صاحبہ۔

Ms. Anam Mohsin: Thank you Madam Speaker. I would just like to say that this is a very good resolution.

یہ بالکل صحیح وقت پر لائی گئی ہے۔ اس معاملہ کو discuss کرنا بہت اہم ہے کیونکہ میں personally یقین رکھتی ہوں اور majority of the members would also believe this کہ مذہب ایک personal affair ہوتا ہے۔ لازمی نہیں کہ اس موضوع پر ہر ایک بڑھ چڑھ کر بولے۔ اسی طرح جتنے بھی ٹی وی چینلز ہیں یعنی میڈیا، انہیں چاہیے کہ ان چیزوں سے avoid کریں۔

Media is bringing such people who are not just controversial to themselves but also misleading the public opinion. Therefore, media should take harsh steps and rather ban such shows.

ایک بہت اہم بات کہ فرض کریں آپ ایسے لوگوں کو اپنے پروگراموں میں لے بھی آتے ہو تو یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ پھر آپ ایسے لوگوں کو لے کر آتے ہو جو ان کو justify کررہے ہوتے ہیں which is equally wrong. ہمیں ethics اور morals کا خیال رکھنا چاہیے اور ایک مقدس چیز میں کوئی خرابی نہیں ڈالنی چاہیے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب سراج میمن صاحب۔

جناب سراج دین میمن: شکریہ میڈم۔ Movers کی طرف سے ایک بہت اچھی resolution پیش کی گئی ہے، میں ان کو مبارکباد پیش کرنا چاہوں گا۔ میں صرف way forward کی طرف آؤں گا۔ Showbiz personalities are hosting religious programs. اب ہمیں فیصلہ یہ کرنا ہے کہ religious programs جو ہمیں مذہب کے بارے میں information دے رہے ہوتے ہیں یا اگر دینی مسائل کے solutions پیش کررہے ہوتے ہیں تو آخر ان پروگراموں کا host کیسے ہونا چاہیے؟ شوبز کے ساتھ ساتھ کچھ Islamic scholars بھی controversial ہیں تو who will decide کہ ان پروگراموں کو host کون کرے گا؟ میں ایوان سے گزارش کروں گا کہ اس بارے میں سوچیں۔

ابھی گرین پارٹی سے میرے ایک معزز رکن نے کہا کہ PTA کی ویب سائٹ پر کافی لوگوں نے ایک پروگرام کے خلاف complaints درج کروائیں اوراس کے باوجود بھی PTA نے اس سلسلے میں کوئی action نہیں لیا۔ میرے خیال میں اس معاملے پر سوچنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے resolution pass کی، PEMRA نے rules بھی لاگو کردیے لیکن implementation نہیں ہورہی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کے مزید پروگرام چلتے رہیں گے۔ اگلے آنے والے رمضان میں ہوسکتا ہے دو اور controversial showbiz personalities بیٹھ جائیں اور پروگرام host کریں۔ اس معاملے پر سوچنے کی ضرورت ہے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: محمد حسیب احسن صاحب۔

جناب محمد حسیب احسن: شکریہ میڈم سپیکر۔ کیا میں اور میرے ساتھی معزز اراکین جو یہاں بیٹھے ہیں، ہم لوگ decide کریں گے کہ اسلام کے ٹھیکیدار کون ہیں؟ قائدِاعظم پر بھی بہت سے فتوے لگائے گئے لیکن انہوں نے وہ کام کردکھایا جس سے ہمیں دنیا میں شناخت ملی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے کہ جب چاہے

کسی کو بھی ہدایت دے اور سیدھی راہ پر چلا دے۔ ہم لوگ یہ چیز decide نہیں کرسکتے۔ ہماری روایت بن گئی ہے کہ جس ڈگر پر چل رہے تھے، اسی پر چلے جارہے ہیں۔ ایک طرف میڈیا کو ہم اس قدر criticize کرتے ہیں کہ گویا اس سے گندا profession کوئی اور موجود ہی نہیں۔ دوسری طرف میڈیا کی viewer-ship بہت زیادہ ہے، ہم دیکھتے بھی اسی میڈیا کو ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہر چیز، شعور، awareness جو کچھ ہمیں ملا ہے، میڈیا ہی سے ملا ہے۔

یہاں Youtube کی videos پر بہت سے الزامات لگائے گئے، کیا یہاں ایوان میں بیٹھا کوئی بھی شخص ثابت کرسکتا ہے کہ وہ video 100% صحیح ہے؟

ایک معزز خاتون رکن: میڈم! تو پھر یہ prove کردیں کہ وہ فلم technically 100% fake یا غلط تھی۔

جناب محمد حسیب احسن: میں ان کو support نہیں کررہا۔ صرف ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہ رہا ہوں کہ ابھی انہوں نے اس رمضان میں جو پروگرام کیا ہے، اسی کی ریکارڈ rating آئی ہے۔ Rating کا idea, viewer-ship سے ہوتا ہے۔ یعنی پورا پاکستان ایک پروگرام کو دیکھ رہا ہے تو تبھی اس کی rating آئی ہے۔ جہاں تک شوبز کی بات ہوئی، جن لوگوں کا 100% شوبز سے تعلق ہے جیسے *(XXXXX) ان کو تو oppose کیا جاسکتا ہے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: خدا کے واسطے! آپ نام نہ لیجیے۔ کیا مسئلہ ہے؟ ان الفاظ کو ایوان کی کارروائی سے expunge کیا جائے۔ آپ تشریف رکھیے پلیز۔

Let me put this resolution to the House for voting.

(The motion was carried)

Madam Deputy Speaker. The majority is in favour of it, consequently, the resolution is adopted.

اب میں گزارش کروں گی طبریز مری صاحب سے، محترم حسیب احسن اور جمال جامعی صاحب سے کہ وہ ایوان میں قرارداد پیش کریں۔

ITEM NO.11: RESOLUTION REGARDING ALLOCATION OF SECRET FUNDS TO THE MINISTRY OF INFORMATION & BROADCASTING

Mr. Tabraiz Sadiq Marri: Thank you Madam Speaker. I beg to move the following resolution:

> This House condemns the allocation of secret funds to Ministry of Information and Broadcasting under title head "Miscellaneous" and believes that such funds must not be allocated to any ministry without appropriate justification and must be meticulously audited at the end of the fiscal year.

میڈم سپیکر! یہاں میں کچھ facts پر بات کرنا چاہوں گا۔

1. In the year 2008-09, Rs1.44 billion were allocated to the Ministry of Information and Broadcasting.
2. In the year 2009-10, Rs1.6 billion were allocated.

---

* ان الفاظ کو محترمہ ڈپٹی سپیکر کے حکم پر کارروائی سے حذف کیا گیا۔

3. In the year 2010-11, Rs1.34 billion were allocated.
4. In the year 2011-12, Rs369.5 million were allocated.

These funds are ambiguous in nature and come under the title of "Miscellaneous". When they are sought, no justification as such is given. Although they do go to the Public Accounts Committee for auditing but most of the time, the Information Secretary or Ministry of Information does not respond to the queries raised by the P.A.C. I would like quote an example. On 10th December, 2010, the Public Accounts Committee asked the Information Secretary of that time, Mr. Mansoor Sohail for justification of the funds allocated but the Secretary refused to appear before the Public Accounts Committee.

یہ چیز بھی ہمارے سامنے ہے کہ یہ funds کس طرح سے allocate کیے جاتے ہیں۔ آج کل آپ دیکھیں کہ کافی ایسے programs ہیں، سوشل میڈیا پر بھی کافی ایسا content آگیا ہے جس سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ کچھ anchor-persons کو BMWs دی جارہی ہیں، کچھ anchor persons کو بنگلے دیے جارہے ہیں، کچھ anchor persons کو tickets دیے جارہے ہیں یا کچھ لوگوں کو باہر بھیجا جارہا ہے۔

These funds are allocated for creating a positive image of the ruling party generally. These funds should be condemned. These should be properly audited at the end of the fiscal year. Thank you.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب جمال جامعی صاحب۔

جناب جمال نصیر جامعی: شکریہ میڈم سپیکر۔ میرے معزز ساتھی نے اس حوالے سے بات کی ہے اور کافی کچھ cover کیا ہے۔ میں صرف یہ کہنا چاہوں گا کہ وزارتِ اطلاعات کے پاس موجود secret fund کے بارے میں سب کو پتا ہے کہ اس کا استعمال کہاں ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ reports بھی آتی رہتی ہیں کہ عافیہ صدیقی کے case کو positive impact دینے کے لیے یا پھر judiciary کے issue پر حکومت نے فلاں فلاں صحافی کو جن کی اتنی TRP تھی، خرید لیا۔ بہرحال، یہ چیزیں بھی اپنی جگہ stand کرتی ہیں اور میرے خیال میں یہ fund وہیں use ہوتا ہے۔

اس کے علاوہ ایک اور چیز بھی ہے، ہمارے ملک میں جن شعبوں کو معزز ہونا چاہیے وہ نہیں ہیں۔ ایک ٹیچر کو تو کوئی اپنی بیٹی دینے کے لیے تیار نہیں ہوتا کہ اس نے بعد میں گھر کیسے چلانا ہے۔ دوسری طرف ہر housing scheme میں صحافیوں کو پلاٹ allot کیے جاتے ہیں۔ یعنی جن شعبہ جات کی طرف زیادہ توجہ دی جانی چاہیے، انہیں neglect کیا جاتا ہے صرف اس وجہ سے کہ حکومت کے ذاتی ذاتی مفادات ہوتے ہیں اور اسے پتا ہے کہ public کس چیز کو دیکھ رہی ہے۔ حکومت جتنی زیادہ زبانیں خریدے گی، اتنا ہی ماحول اس کے حق میں ہوگا۔ یہ ساری چیزیں قابلِ مذمت ہیں اور ان کی بھرپور مذمت کی جانی چاہیے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب محمد حسیب احسن صاحب۔

جناب محمد حسیب احسن: میڈم سپیکر! یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ کچھ خاص اور منظور نظر افراد ایسے رہے ہیں جن کو وزارتِ اطلاعات کی طرف سے secret funds دیے جاتے رہے۔ اس کے علاوہ مختلف پلاٹ، BMW گاڑیاں اور foreign trips کے علاوہ بھی بہت سی خفیہ مراعات دی جاتی ہیں۔

صحافت ایک بہت مقدس پیشہ ہے لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس میں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں۔ ان لوگوں کو اس لیے funds دیے جاتے ہیں کہ انہیں ان کی ذمہ داریوں سے ہٹاکر اپنے مفادات کے لیے استعمال

کیا جائے۔ اس کے علاوہ private طور پر بھی اس پیشے کو خریدنے کی کوشش کی جاتی ہے جس کی مثال ایک planted show تھا جسے ابھی کچھ دن پہلے سب نے دیکھا۔ ان وجوہات کے باعث یہ مقدس پیشہ اس حد تک defame ہوچکا ہے کہ لوگوں کا اس profession سے trust بہت حد تک اٹھ چکا ہے۔ اسی چیز کو yellow journalism بھی کہا جاتا ہے۔ اس کی ہر آدمی مذمت کرتا ہے۔

میری ایک anchor سے بات ہوئی، میں نے ان سے پوچھا کہ جناب! یہ بتائیں کہ secret fund کیا ہوتا ہے اور کیا کبھی آپ کو بھی یہ fund ملا؟ اس پر وہ ہنستے ہوئے بولے کہ ابھی میرا اس list میں نام نہیں آیا۔ میرے خیال میں مجھے بھی نہیں پتا اور شاید یہاں بیٹھے کسی کو بھی نہیں کہ وہ list کہاں بنتی ہے اور کون بناتا ہے۔ یہ بھی حقیقت ہے کہ press councils اپنے کچھ منظور نظر لوگوں کو آگے کردیتی ہیں اور پھر یہ funds انہی کو allocate ہوتے ہیں۔ حالانکہ وزارتِ اطلاعات کی یہ ذمہ داری ہے کہ صحافت کے پیشے سے تعلق رکھنے والا جو آدمی شہید ہوجاتا ہے، اس کی فیملی یعنی اس کی بیوی اور بچوں کو یہ فنڈ دے۔ یہ جو secret fund ہے، اسے secret نہیں رکھنا چاہیے بلکہ اسے open کرنا چاہیے اور سب کے سامنے رکھنا چاہیے۔ جوصحافی کالی بھیڑیں ہیں، یہ اصل لوگوں کا حق مار رہے ہیں اور ان کے پیسے کھا رہے ہیں۔ حکومت کو secret fund ختم کرکے ایک proper budget بنانا چاہیے، پھر اس کی auditing بھی ہونی چاہیے اور حقدار کو حق ملنا چاہیے۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب سلمان خان شینواری صاحب۔

جناب سلمان خان شینواری: میڈم سپیکر! میں اپوزیشن لیڈر صاحب کو congratulate کرنا چاہوں گا کہ وہ اس طرح کی اچھی اچھی resolutions لارہے ہیں۔ ہم ان کے ساتھ متفق ہیں اور میرے خیال میں Blue Party بھی ان کے ساتھ متفق ہے۔ اس میں دو رائے نہیں کہ ہمیں اپنی قوم سے کوئی بات چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی secret funds نہیں ہونے چاہییں۔ قوم کا پیسا ہمارے پاس آتا ہے، ہم guardians ہیں اور اسے آگے dispense کرتے ہیں۔ اس لیے کوئی بھی چھپی ہوئی بات نہیں ہے اور کوئی بھی secret funds نہیں ہونے چاہییں۔ شکریہ۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: شکریہ۔ جناب عتیق الرحمٰن صاحب۔

جناب عتیق الرحمٰن: شکریہ میڈم سپیکر۔ میرے زیادہ تر colleagues نے میڈیا میں خامیاں بتائیں۔ انہیں خامیاں ہی نظر آئی ہوں گی لیکن مجھے میڈیا میں جو چند ایک خوبیاں نظر آئیں، میں یہاں انہیں تھوڑا discuss کرنا چاہوں گا۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: قرارداد allocation of secret funds سے متعلق ہے تو آپ اگر اسی پر ہی بات کریں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

جناب عتیق الرحمٰن: میڈم سپیکر! جیسا کہ ابھی ایک رکن نے کہا کہ yellow journalism ہورہی ہے تو اس لیے پھر صحافت کے تھوڑے بہت فوائد پر بھی تو نظر ڈالنی چاہیے۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: وہ یہ بتارہے ہیں کہ جو funds allocate کیے جاتے ہیں، ان کے ذریعے پھر yellow journalism کی جاتی ہے، تو آپ اسی پر بات کیجیے نا کہ ان کے فوائد و نقصانات پر۔ بڑی مہربانی ہوگی آپ کی۔ شکریہ۔ جناب اسامہ ریاض صاحب۔

جناب اسامہ ریاض: شکریہ میڈم سپیکر۔ سب سے پہلے تو میں ایک بات واضح کردوں کہ یوتھ پارلیمنٹ کی حکومت، میڈیا کی objectivity, neutrality اور اس کی freedom پر یقین رکھتی ہے۔

دوسری بات، محترم لیڈر آف دی اپوزیشن نے fiscal year 2011-12 کے کچھ facts بیان کیے، میں ان کے facts and figures کو oppose نہیں کررہا کیونکہ یہ حقائق ہیں اور بالکل واضح بات ہے کہ 2.97 billion وزارتِ اطلاعات کو other expenditure یا miscellaneous کی مد میں دیے گئے۔

But Honourable Opposition Leader probably forgot to mention that the other expenditure includes five things.

No.1 The funds go to the Institute of Regional Studies which is a think-tank working under the Federal Ministry of Information and Broadcasting.

No.2 The funds go to Pakistan Institute of National Affairs that is again a think tank working under the Federal Ministry of Information and Broadcasting.

No.3 The funds go to the news agencies like Associated Press of Pakistan, an agency governed by the Government.

No.4 The secret service expenditure.

No.5 Special publicity fund.

Now, the issue is not the first three points, it basically is about the last two points which are *secret service expenditure* and *special publicity fund*. Now there are two things. First of all, whatever Ministry of Information is allocating, is the money of the public which is coming from the money of the tax payers.

جو پیسا tax payers سے یا national exchequer سے آتا ہے، اس کا audit ہونا چاہیے، اس میں تو کوئی دو رائے ہو ہی نہیں سکتیں۔

دوسری بات، انہوں نے کہا کہ وزارتِ اطلاعات کچھ پسندیدہ لوگوں کو BMW گاڑیاں دیتی ہے یا بنگلے دیتی ہے، میرے خیال میں اپوزیشن لیڈر کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہییں کیونکہ ان کی کوئی evidence موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی evidence ہے تو ان کو وہ پیش کرنی چاہیے تھی کہ کس جگہ انہوں نے یہ چیز دیکھی اور کس بنیاد پر وہ یہ بات کر رہے ہیں۔

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے، ایک بہت بڑے real estate کے مالک کی کچھ چیزیں reveal کی گئی ہیں جن کی basis پر ایسی بات کی جاتی ہے لیکن وہ کوئی evidence نہیں ہے۔

جناب حماد ملک: یہاں نام لینے سے میڈم سپیکر نے منع کیا ہے ورنہ آپ بھی جانتے ہیں کہ ایسے کئی صحافی موجود ہیں جن کو بنگلے دیے گئے، جنہوں نے سرکاری خرچ پر حج بھی کیے ہیں اور جن کے video evidences بھی موجود ہیں۔

محترمہ ڈپٹی سپیکر: بہت شکریہ۔ اسامہ صاحب! آپ اپنی بات کو مہربانی فرما کر summarize کیجیے۔

جناب اسامہ ریاض: محترمہ سپیکر صاحبہ! میری گزارش یہ ہے کہ بات یہاں ہو رہی ہے کہ وزارتِ اطلاعات نے یہ چیزیں دی ہیں۔ اس چیز کا کیا ثبوت ہے کہ وفاقی وزیر قمر زمان کائرہ وہ funds allocate کررہے ہیں۔ اس کا کوئی evidence نہیں ہے۔

Finally, again the point is this, that public money should be audited by the Auditor General of Pakistan because this is mentioned in the Freedom of Information Act, 2002 that every penny being spent by the Ministry should be audited. We totally agree with that but without evidence, the Opposition must not accuse anyone from the Ministry of Information. Thank you very much.

محترمہ ڈپٹی سپیکر: جناب محمد عتیق صاحب! دو منٹ میں اپنی بات مکمل کیجیے۔

جناب محمد عتیق: میڈم! قرارداد اچھی ہے، funds کا audit ہونا چاہیے لیکن میں اس کی spirit پر بات کرنا چاہوں گا۔ یہ practice پوری دنیا میں common ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جو بھی secret funds ہوتے ہیں چاہے وہ Ministry of Information دے یا ISPR دے یا کوئی اور ادارہ دے، اس کے پیچھے spirit یہ ہوتی ہے کہ national interest کو safeguard کیا جائے۔ ہمارے ہاں safeguard کا جو ایک element ہے، جس سے میں partially agree کروں گا، کہ جو بھی political ruling party ہوتی ہے وہ اسے اپنے purpose کے لیے استعمال کرتی ہے۔ یہ ایک point ہے جس پر restrictions کی ضرورت ہے۔ باقی national interests کو safeguard کرنے کے لیے اگر secret funds دیے جاتے ہیں تو کوئی مضائقہ نہیں ۔ یہ practice پوری دنیا میں موجود ہے کہ رائے عامہ کو ہموار کرنے کے لیے private media کو funds دیے جاتے ہیں گوکہ state media تو already موجود ہوتا ہے جو کہ ruling party کو promote کرتا ہے، اس کی projection یا اس کے manifesto کو portray کرتا ہے۔ یہ پوری دنیا میں ایک common fact ہے۔

جب ہم دیکھتے ہیں کہ ruling party اپنے مقاصد کے لیے ان funds کو استعمال کررہی ہے تو یہ چیز negative ہوجاتی ہے۔ اس کی accountability ہونی چاہیے۔ ہمیں secret funds کی utilization کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کس مقصد کے لیے استعمال ہورہے ہیں۔ ان کی main spirit, national interests کو فروغ دینا ہے۔ شکریہ۔

Madam Deputy Speaker: Thank you very much. Let me put this Resolution to the House for voting.

(The motion was carried)

ایوان کی کارروائی کل صبح ساڑھے دس بجے کے لیے برخواست کی جاتی ہے۔ السلام علیکم۔

[The House was then adjourned to meet again on Friday, the 31st August, 2012 at 10:30 am]